معیار: علمی وتحقیقی مجلّہ،شعبۂ اُردو، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی،اسلام آباد،جلد:۲،شمارہ:۱ جنوری-جون ۲۰۱۰ء

اُردو میں تضمین نگاری:
کلاسیکی شعری روایت

بصیرہ عنبرین*

تضمین کا رواج شروع ہی سے ادبیات میں موجود رہا ہے اور ابتدا ہی سے شعرا اپنے، اپنے معاصرین کے یا اپنے پیش رووں کے کلام پر تضمینیں کرتے آئے ہیں۔ تضمین کا فن اس اعتبار سے بے مثال ہے کہ جب شاعر اپنے، اپنے کسی معاصر کے یا اپنے پیش رو شاعر کے کلام کو از سرِ نو اپنے کلام میں لاتا ہے تو وہ نہ صرف دو زمانوں اور دو کیفیات کو ملا دیتا ہے بل کہ پہلے سے تخلیق شدہ شعر پاروں کو نئی حیات، تابندگی اور معنویت بھی بخش دیتا ہے۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تضمین ماضی اور حال اور گذشتہ اور موجودہ کے فاصلوں کو مٹا دیتی ہے اور ماضی اور حال کا یہ شعوری اور لاشعوری ملاپ فرد کی نفسیاتی تسکین کا باعث بننے کے علاوہ علم کے ارتقا کی دلیل بھی ہے۔ تضمین محض تکرار یا نقل نہیں بل کہ تضمین نگار زیرِ تضمین شعر کو نئے فکری پس منظر میں رکھ کر اس کے حسن، معنویت اور افادیت میں اضافہ کر دیتا ہے اور یوں فکری تسلسل ظہور میں آتا ہے، بقول سید حامد:

> ''...... دیے سے دیا جلتا آیا ہے، علوم کا ارتقا اسی عنوان ہوا ہے، جو کچھ پہلے آنے والے کر گئے، بعد میں آنے والوں نے اس پر اضافہ کیا یا ترمیم کی۔ گویا انسان کی پیڑھیوں میں ایک گونہ اشتراکِ عمل ہوتا چلا آیا ہے، لیکن اسلاف واخلاف، ماضی اور حال کے درمیان ہم کاری یا اشتراکِ عمل کی سب سے دل کش مثال وہ تضمینیں ہیں جن میں ماضی اور حال کے فاصلوں کو مٹاتے ہوئے دو شاعر مل کر ایک نظم کی تخلیق کرتے ہیں۔'' ۱

دیے سے دیا جلانے کا عمل ادبیات میں تضمین نگاری کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ خاص طور پر مشرقی ادبیات میں فارسی اور اردو شاعری میں ترسیل وابلاغِ مطلب کے لیے تضمین کو ایک موثر وسیلہ گردانتے ہوئے تضمین نگاری کی مستحکم روایت موجود رہی ہے اور شعرا نے اکثر وبیشتر اپنے کلام میں تضمین کے دل کش نمونے پیش کیے ہیں۔ فارسی شاعری میں سعدی، جامی، صائب، عبید زاکانی، حافظ، خاقانی، انوری، مسعود سعد سلمان اور فرخی وغیرہ کے ہاں تضمین کا عمدہ استعمال ملتا ہے۔ اردو شاعری میں بھی فارسی کے زیرِ اثر تضمین کی مثالیں ابتدا ہی سے مل جاتی ہیں اور وقت کی رفتار کے ساتھ ساتھ ہر چھوٹے بڑے شاعر کے ہاں اس محسنۂ شعری کو برتنے کا رجحان نظر آتا ہے۔ علاوہ ازیں شعروادب

* شعبۂ اُردو، پنجاب یونی ورسٹی، اورینٹل کالج، لاہور۔

میں ''یہ چیز اس لیے ناگزیر ہے کہ ادیب یا شاعر اپنے کلام کی تزئین کے لیے اساتذہ، متقدمین کلاسکی ادب یا مصاحف قدیم کا سہارا لینا ضروری سمجھتے ہیں۔'' ۲ اردو شعرا نے جہاں موضوعات و مضامین اور شعری محاسن و اسالیب کے سلسلے میں فارسی شعرا کی تقلید کی وہاں تضمین کے حوالے سے بھی ان سے خاصے اثرات قبول کیے۔ فارسی شاعری میں چوں کہ تضمین کی ایک قابلِ قدر روایت موجود تھی لہٰذا یہاں کے شاعر بھی اس فن کی طرف متوجہ ہوئے۔ یہ ضرور ہے کہ ابتداءً اردو شاعری میں تضمین سے زیادہ اقتباس کی مثالیں ملتی ہیں، مثلاً اردو کے اولین شاعر محمد قلی قطب شاہ کے ہاں عربی، فارسی عبارتیں یا قرآن و حدیث کے الفاظ مقتبس ملتے ہیں۔ ہاں ولی دکنی ضرور ایسا شاعر ہے جس کے ہاں تضمین کی واضح مثالیں نظر آ جاتی ہیں۔ ولی نے نہ صرف اپنی غزل پر خمسہ لکھا بل کہ فارسی اور اردو شعرا کے بعض مصرعوں کو بھی موضوع کی مناسبت سے تضمین کیا۔ ولی کے بعد تضمین کی روایت ایہام گوئی کے دور سے سفر کرتی ہوئی اردو شاعری کے مختلف ادوار میں متنوع انداز اختیار کرتی رہی۔ بالآخر بیسویں صدی کے آغاز میں اقبال کی شاعری میں تضمین کا فن خصوصیت کے ساتھ اپنے نقطۂ عروج کو چھوتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور پھر ان کے بعد بھی متعدد شعرا نے نئے رنگ و آہنگ کے ساتھ اپنے کلام میں تضمینی اوصاف پیدا کیے۔ اردو شعرا نے نہ صرف پوری پوری غزلوں اور لمبے چوڑے قصائد کو تضمین کیا بل کہ طویل قطعات کی تخمیس بھی کی۔ کلاسکی شعرا نے زیادہ تر مثلث، مربع مخمس اور مسدس کی شکل میں تضمینیں کیں۔ اردو شعرا کی فنِ تضمین سے دل چسپی کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ بعض اوقات دوسرے شعرا کے مکمل کلام کو بھی تضمین کیا گیا۔ اس سلسلے میں مرزا عزیز بیگ سہارن پوری کا نام لیا جا سکتا ہے جنھوں نے غالب کے اردو دیوان کی تضمین **روح کلام غالب المعروف به تفسير كلام غالب** ۳ کے عنوان سے کی۔

اُردو میں تضمین نگاری کے کلاسکی شعری رجحانات کے ضمن میں نشاطیہ لب و لہجے کے حامل اور رجحان ساز شاعر ولی دکنی (۱۶۶۸ء۔۱۷۰۷ء) کے کلام پر فارسی شاعری کے کافی اثرات دکھائی دیتے ہیں۔ خصوصاً تضمین کے حوالے سے ان کے کلام میں نمایاں طور پر انوری، ہلالی، جامی، نظیری، خاقانی اور عرفی کے اشعار سے تضمینی استفادہ ملتا ہے اور اکثر و بیش تر وہ تعلّی کے رنگ میں اس اثر پذیری کا اعتراف بھی کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں ولی کے ہاں اپنے، اپنے معاصر اردو شعرا کے اور پیش رو فارسی شعرا کے اشعار و مصاریع کو تضمین کرنے کی طرف خاصی توجہ ہے۔ جیسا کہ ذکر ہوا کہ ولی نے اپنی غزل پر کمال روانی و بے ساختگی کے ساتھ خمسہ لکھا، یہاں اس تخمیسی غزل کا مطلع دیکھیے:

نہ مل ہر بلبلِ مشتاق سوں اے گلبدن ہرگز
ہر اک گلشن میں جیوں نرگس نہ کھول اپنے نیَن ہرگز ۴

ولی نے اس شعر پر تین مصرعے اس طرح لگائے ہیں کہ شعر کی توضیح و صراحت بہ سہولت ہوتی چلی جاتی ہے، لکھتے ہیں:

نکو کر آشنائی غیر سوں اے سیم تن ہرگز
نہو اے شمع رو ہر انجمن میں شعلہ زن ہرگز
نہ مل مائل ہو ہر طوطی سوں اے شکر شکن ہرگز
نہ مل ہر بلبلِ مشتاق سوں اے گلبدن ہرگز

ہر اک گلشن میں جیوں نرگس نہ کھول اپنے نین ہرگز[۵]

اپنے معاصر اردو شعرا میں ولی نے فراقی، فقیر اللہ آزاد اور اشرف کے مصرعوں کو تضمین کیا جب کہ فارسی شعرا میں انھوں نے عرفی شیرازی کے قصیدے ''در مدح خانخاناں بہ فرمائش امیر ابوالفتح'' کے ایک مصرعے کو اپنے چھٹے قصیدے ''در مدح حضرت شاہ وجیہہ الدین نور اللہ مرقدہٗ' کے آخر میں یوں پیوند شعر کر کے تضمین پر اپنی گرفت کا ثبوت دیا:

لگیا ہے دل کوں ولی کے یہ مصرعِ عرفی
کہ ایں قصیدہ بیاضی بَود نہ دیوانی[۶]

عرفی کا متضمن کامل شعر یوں ہے:

زمانہ خواند و فلک بر بیاضِ دیدہ نوشت
کہ ایں قصیدہ بیاضی بود نہ دیوانی[۷]

اہل عجم میں رواج تھا کہ شعرا اپنے بہترین کلام کو ایک الگ بیاض میں درج کر لیتے تھے۔ عرفی نے اسی دل کش روایت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس کا قصیدہ تو بیاضی ہے۔ عرفی کے مصرعے کا ولی کے دل کو لگنا نہ صرف اس کی وسعتِ مطالعہ اور متضمن شعر کے خالق سے عقیدت کو ظاہر کرتا ہے، دوسری طرف وہ اس مصرعے کے ذریعے تعلی کے انداز میں خود اپنے قصیدے کو 'بیاضی' قرار دے دیتا ہے۔

شاہ مبارک آبرو (۱۶۸۴ء-۱۷۳۳ء) کا رجحان فارسی اور اردو شعرا کے کلام کو متضمن کرنے کے بجائے زیادہ تر خود اپنی ہی غزلوں کی تضمین کی جانب رہا اور انھوں نے اپنی غزلوں پر بھرپور مخمس لکھے۔ ہاں کہیں کہیں دوسرے شعرا سے تضمینی اثر پذیری بھی دکھائی دے جاتی ہے، مثلاً اس سلسلے میں آبرو نے اپنی ایک غزل کے مقطعے میں ولی کے مصرعے کو بہ تصرف تضمین کیا ہے اور اس تضمین کا مقصد چوں کہ ولی کی شاعری کو سراہنا ہے لہٰذا یہاں تضمین تحسین و ستائش کا فریضہ انجام دیتی نظر آتی ہے، مثلاً:

لگا ہے آبرو مجھ کوں ولی کا خوب یہ مصرا
''سوال آہستہ آہستہ جواب آہستہ آہستہ''[۸]

ولی کا زیرِ تضمین مکمل شعر دیکھیے:

عجب کچھ لطف رکھتا ہے شبِ خلوت میں گل روسوں
خطاب آہستہ آہستہ جواب آہستہ آہستہ[۹]

شیخ ظہور الدین حاتم (۱۶۹۹ء-۱۷۸۳ء) کے ہاں زیادہ تر معاصر ہندستانی شعرا کا کلام متضمن ملتا ہے جن میں مضمون، مظہر جانجاناں، سودا، درد، سوز، فغاں، شاہ عالمگیر، عماد الملک، رند، اور فائق وغیرہ شامل ہیں۔ فارسی شعرا میں حافظ اور صائب کے اشعار پر تضمینیں ملتی ہیں۔ اُردو شعرا میں حاتم نے اپنی ایک غزل کے مقطعے میں سودا کے ایک مصرعے کو تضمین کیا ہے، مقطع یہ ہے:

سودا کہے ہے حضرتِ حاتم جہاں میں تم
کیا کر چلے اور آئے تھے کس کام کے لیے[۱۰]

سودا کا زیرِ تضمین پورا شعر دیکھیے:

سودا ہزار حیف کہ آ کر جہاں میں ہم
کیا کر چلے اور آئے تھے کس کام کے لیے[۱۱]

البتہ یہاں سودا کا مصرع زیادہ عمدہ لگتا ہے اس لیے کہ جو کیفیت خود اپنا محاسبہ کرنے سے پیدا ہوتی ہے وہ کسی کے استفسار سے پیدا نہیں ہوتی، پھر حاتم نے موضوع بھی سودا ہی کا لیا ہے اس لیے ان کا شعر زیادہ جان دار نہیں لگتا۔ اسی طرح حاتم نے درد کے مشہور مصرعے کو اپنی ایک غزل کے مقطعے میں تضمین کیا ہے:

کیا پوچھتے ہو درد کو حاتم کے، دوستاں
''جو کچھ کہ ہوں سو ہوں غرض آفت رسیدہ ہوں''[۱۲]

یہاں بھی حاتم اپنی کیفیتِ درد کو واضح طور پر بیان نہیں کر سکے جب کہ درد نے اپنی بے بسی کو تشبیہی انداز میں زیادہ موثر طور پر یوں بیان کیا ہے:

مژگانِ تر ہوں یا رگِ تارِ بریدہ ہوں
جو کچھ کہ ہوں سو ہوں غرض آفت رسیدہ ہوں[۱۳]

فارسی شاعروں میں حافظ کی طرف ان کی توجہ زیادہ ہے، مثلاً حافظ شیرازی کا ایک شعر ہے:

بیا کہ رونقِ این کارخانہ کم نشود
بزھد ھمچو توئی یا بفسق ھمچو منے[۱۴]

حاتم نے اسے معمولی تصرف کے ساتھ اسی طرح تضمین کیا ہے:

تری بلا سے جو حاتم ہے فاسق اے زاہد
بقولِ حضرتِ حافظ تو گوش کر سخنے
''بیا کہ رونقِ ایں کارخانہ کم نشود
ز زھد ھمچو توئی یا ز فقس ھمچو منے''[۱۵]

حاتم نے توضیحی انداز اپناتے ہوئے اپنی اس عاشقانہ غزل میں حافظ کے شعر کو شامل کر کے یہ واضح کیا ہے کہ زمانے کی اپنی رفتار ہے اور زہد یا فسق، دونوں سے اس میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوتا۔

حافظ کے ایک اور شعر [۱۶] کی تضمین حاتم نے اپنی ایک غزل مسلسل کے آخر میں کی ہے، لکھتے ہیں:

دیا جواب اسے میں کہ اے مرے صاحب
یہ شعرِ حافظِ شیراز ہے جو ہوئے پسند
''نصیبِ ماست بہشت اے خدا شناس برو
کہ مستحقِ کرامت گناہ گارانند''[۱۷]

یہاں وہ تضمین کو اپنے نقطۂ نظر پر مہرِ تصدیق ثبت کرنے کے لیے لائے ہیں اور ناصح کو خواجہ حافظ کی زبان سے کہتے ہیں کہ کرم کے مستحق گناہ گار ہی ہوں گے لہٰذا اے خداشناس چل دور ہٹ، اس لیے کہ ہمارے نصیب میں بہشت ضرور ہوگی۔ اسی طرح سراج اورنگ آبادی (۱۷۱۵ء۔۱۷۶۳ء) کے ہاں ولی کی دو غزلوں پر مخمسات ملتے ہیں، مثلاً ولی کی ایک غزل کا مطلع ہے:

آرزو دل میں یہی ہے وقت مرنے کے ولی
سرو قد کوں دیکھ سیرِ عالمِ بالا کروں[18]

اس پر سراج کی تخمیس سے ایک بند دیکھیے:

بر میں ہے سیپارہ دل پنجسورہ ہیکلی
یاد کرتا ہوں خیالِ یار سیں نادِ علی
تجھ سیں کہتا ہے سراج اب کھول حرفِ منجلی
''آرزو تجکوں یہی ہے وقت مرنے کے ولی
سرو قد کوں دیکھ، سیرِ عالمِ بالا کروں''[19]

ولی کے قطعے پر سراج نے جو مخمس لکھا ہے، اس میں خاصی تاثیر ہے اور تضمین کی کام یابی کی وجہ یہ ہے کہ سراج نے اپنے تینوں مصرعوں میں اسی شگفتگی اور نشاطیہ لب و لہجے کو برقرار رکھا ہے جو ولی کی شاعری کا طرۂ امتیاز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پانچوں مصرعے آپس میں مل گئے ہیں اور یہ تضمین کی خوبی ہے کہ تضمین نگار تضمین شدہ شعر کے لب و لہجے اور آہنگ کو برقرار رکھتے ہوئے اسے اپنے مصرعوں کے ساتھ ملا دیتا ہے۔ ولی کے مقطعے پر سراج نے جو مخمس لکھا ہے، اس میں ''سیپارہ''، ''پنجسورہ''، ''نادعلی''، اور ''حرف منجلی'' جیسے الفاظ نہ صرف تقدس اور پاکیزگی کی فضا پیدا کر دیتے ہیں بل کہ ولی ہی کے انداز میں تنزیہی رنگ میں تضمین شدہ شعر کے حسن میں اضافہ کر گئے ہیں۔ سراج نے اپنے مصرعوں کو بھی ایک آدھ جگہ تضمین کیا ہے۔ یہ کہنا درست ہوگا کہ سراج کی تضمینوں سے ان کے فن تضمین پر کچھ زیادہ کمال کا اظہار تو نہیں ہوتا لیکن یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ انھوں نے ولی کی غزلوں کی عمدہ تخمیس کی ہے اور یہ مخمس نہ صرف سراج کے اپنے کلام کی معنویت میں اضافہ کا باعث بنتے ہیں بل کہ خود ولی کے بعض اشعار کی تفسیر و توضیح بھی کرتے ہیں۔

میرزا محمد رفیع سودا (۱۷۰۶ء/۱۷۰۳ء۔۱۷۸۱ء) کے ہاں تضمین نگاری کے سلسلے میں ایک واضح تبدیلی ملتی ہے۔ انھوں نے اپنے اشعار کو تضمین کیا اور فارسی و اردو شعرا کے اشعار و مصاریع بھی ان کے کلام میں متضمن ملتے ہیں۔ سودا نے آبرو، درد، میر، یقین، تاباں، فاخر مکین، صائب، بیدل، جامی، عرفی، حافظ، تجلی، کلیم اور عصمت بخاری وغیرہ کے شعر اور مصرعوں کو اپنے کلام میں پیوند کیا ہے۔ سودا کی تضمینیں ان کی وسعت مطالعہ کو ظاہر کرنے کے ساتھ ساتھ تضمین شدہ شعر کی معنویت کو بھی دوچند کر دیتی ہیں۔ یعنی اب تضمین توضیح مطلب سے آگے بڑھ کر وسعتِ معنی کے لیے کردار ادا کرتی نظر آتی ہے۔ سودا نے اپنی غزلیات میں زیادہ تر فارسی شعرا کے مصرعوں کو تضمین کیا ہے جب کہ اردو شعرا میں وہ آبرو اور درد کے مصرعوں کی تضمین کرتے ہیں، مثلاً درد کے ایک مشہور کو انھوں نے اپنی ایک غزل کے مقطعے میں تضمین کیا ہے، شعر دیکھیے:

میں کیا کہوں کہ کون ہوں سودا بقولِ درد
''جو کچھ کہ ہوں سو ہوں غرض آفت رسیدہ ہوں''[20]

درد کے مکمل شعر کا ذکر اس سے پیش تر ہو چکا۔ سودا نے اپنی داخلی کیفیت کے اظہار کے لیے درد کے اس مصرعے کو موزوں خیال کیا اور ان کے مصرعے کو تضمین کر کے وہ اپنے مقطعے کے حسن اور تاثیر میں اضافہ کر دیتے ہیں۔ فارسی شعرا کے سلسلے میں انھوں نے اپنی ایک غزل کے قطعہ بند اشعار میں صائب اصفہانی کے مصرعے [21] کو تضمین کیا ہے، سودا واقعاتی انداز میں لکھتے ہیں:

سنا نہ ہووے جو سودا تو خُلق صائب کا
تو پوچھ خلق سے، میں کیا کروں بیاں تنہا
کہ ایک دن میں انھیں راہ میں اکیلا دیکھ
کہا ''کدھر چلے اے فخرِ شاعراں تنہا؟
دیا جواب ''دلم سیرِ باغ می خواھد''
کہا میں ہو متبسم کہ ''مہرباں! تنہا؟''
سنا یہ مجھ سے تو کہنے لگے کہ ''پوچ مگو
گرفتہ ایم اجازت ز باغباں تنہا!''[22]

یہاں سودا نے صائب کے مطلعے کے مصرع ثانی کو بہت خوبی سے اپنی غزل کے قطعہ بند اشعار میں کھپایا ہے اور واقعی یہ احساس ہوتا ہے جیسے شاعر صائب سے مکالمہ کر رہا ہے۔ اس لحاظ سے ہم اسے 'تضمین مکالمہ پیکر' بھی کہہ سکتے ہیں۔ سودا کے ان قطعہ بند اشعار میں تضمین شرح وتفسیر کے مقاصد بھی پورے کرتی ہوئی نظر آتی ہے اور انھوں نے صائب کے شعر کو بخوبی واضح کر دیا ہے۔ اسی طرح بیدل کا ایک شعر ہے:

عنقا سر و برگیم مپرس از فقر ہیچ
عالم ھمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ[23]

اس شعر کے مصرع ثانی کو سودا اپنی ایک غزل کے قطعہ بند اشعار میں فروتنی کے اظہار کے لیے برمحل تضمین کرتے ہیں۔ (۲۴) سودا نے غزلیات کے علاوہ قصائد میں بھی اساتذۂ فن کے مصاریع کو تضمین کیا ہے، مثلاً اپنے مشہور قصیدے 'درمنقبت حضرت علی کرم اللہ وجہہ' میں انھوں نے عرفی کے مصرعے پر گرہ لگائی ہے یا پھر ایک دوسرے قصیدے ''درمدح فاطمۃ الزہرؓ'' میں وہ حافظ کے ایک مصرعے پر تضمین کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جو کام جلد ہووے تو اس کو نہ کیجیے دیر
اکثر سنی ہے ہم نے بزرگوں سے یہ صدا
''در کارِ خیر حاجتِ ہیچ استخارہ نیست''
تو نے کہیں یہ مصرعِ حافظ نہیں سنا[25]

حافظ کا مکمل شعر یہ ہے:

ہر گہ کہ دل بعشق دھی خوش دمی بود
در کارِ خیر حاجتِ ھیچ استخارہ نیست[۲۶]

سودا نے حافظ کے مصرع ثانی کو اپنے مفہوم کی ترسیل کے لیے استعمال کیا ہے اور ان کا یہ کہنا ہے کہ جلد ختم ہونے والے کام میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ بالکل اسی طرح جیسے نیکی کے کام کے لیے استخارے کی ضرورت نہیں ہوتی بل کہ اس کا خیال آتے ہی نیکی کر ڈالنی چاہیے۔ حافظ کی شاعری سے سودا کی دل چسپی کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ انھوں نے اپنے مذکورہ قصیدے ''در مدح حضرت فاطمۃ الزہراؑ'' میں حافظ کی ایک رندانہ غزل کے کچھ اشعار کو 'غزلِ حافظ' کے زیرِ عنوان پیوند کیا ہے اور اس کے پہلے تین شعر تو من وعن اپنائے ہیں (۲۷) جب کہ چوتھے شعر میں سودا نے معمولی سا تصرف کیا ہے۔ یہ شعر درج کیا جاتا ہے:

مستی بچشمِ شاھدِ دلبندِ ما خوشت
زانرو سپردہ اند، بمستی زمامِ ما[۲۸]

مثنویات کے سلسلے میں سودا نے **در حق میر محمد تقی** کے عنوان سے مثنوی لکھی، جس میں میر کے شعری متن کے اقتباس دے کر ان کی شرح کی گئی ہے اور متن کی وضاحت کرتے ہوئے سودا نے بعض مقامات پر میر کے چند مصاریع تضمین بھی کر دیے ہیں۔ میر کے ان مصرعوں کو تضمین کرتے ہوئے سودا کا انداز زیادہ تر ہجویہ اور طنز آمیز ہے۔[۲۹] بعض مقامات پر انھوں نے اپنے جذبات و کیفیات اور ذاتی محرومیوں اور شکستگیوں کے اظہار کے لیے میر، سودا، تاباں اور یقین کی غزلوں پر مخمس لکھے ہیں۔ البتہ تضمین نگاری کے حوالے سودا کا بہترین کلام ان کے ان مخمسات کی صورت میں سامنے آتا ہے جو فارسی شاعروں کے کلام پر ہیں اور اس سلسلے میں انھوں نے حافظ، بیدل، کلیم اور عصمت بخاری کی غزلیات پر نگاہِ انتخاب ڈالی ہے، مثلاً حافظ، بیدل اور کلیم کاشانی کی غزلوں سے ایک ایک شعر اور ان پر کی گئی تخمیسوں سے بالترتیب مخمس بند ملاحظہ ہوں:

اے قبائے پادشاھی راست بر بالائے تو
زینتِ تاج و نگین از گوھرے والائے تو[۳۰]

خسرواں! تجھ سا کوئی دوراں بہم پہنچائے تو
بابِ تختِ سلطنت ایسا ہمیں دکھلائے تو
تجھ درِ دولت پہ یوں بولے سلیماں آئے تو
''اے قبائے پادشاھی راست بر بالائے تو
زینتِ تاج و نگین از گوھرِ والائے تو''[۳۱]

☆

نہ با صحرا سرے دارم نہ با گلزار سودائے
بہر جا می روم از خویش می بالد تماشائے[۳۲]

نہ بلبل ہوں کہ اس گلشن میں سیرِ گل مجھے بھائے
نہ طوطی ہوں کہ دل میرا فضائے باغ لے جائے
میں ہوں طاؤس آتشبازی، کیسی ہی بہار آئے
''نہ با صحرا سرے دارم نہ با گلزار سودائے
بہر جامی روم از خویش می جوشد تماشائے''[۳۳]

☆

خمِ زلفیست دگر دامِ گرفتاریِ دل
کہ درو موئے نہ گنجیدہ زبسیاریِ دل''[۳۴]

جائے دنیا سے یہ دل اور وفاداریِ دل
ایک دل ھووے تو ہوسکتی ہے غم خواریِ دل
غمزۂ چشم ہی تھا باعثِ بیماریِ دل
''خمِ زلفیست دگر دامِ گرفتاریِ دل
کہ درو موئے نہ گنجیدہ زبسیاریِ دل''[۳۵]

خواجہ میر درد (۱۷۲۰ء۔۔۱۷۸۴ء) کے ہاں تضمین کا استعمال خال خال ملتا ہے، البتہ ان کے اپنے اشعار و مصاریع کو دوسرے شعرا نے ضرور تضمین کیا۔ دیــــوانِ درد میں صرف ایک تخمیس ملتی ہے [۳۶]۔ جب کہ میر تقی میر (۱۷۲۲ء۔۱۸۱۰ء) نے غزلیات میں تضمین کے استعمال کے بجاے مربع اور مثلث شکل میں اپنے اور دیگر اساتذۂ فن کے اشعار اور مصرعوں کو تضمین کیا۔[۳۷] قائم چاند پوری (۱۷۲۲/۲۳۔۱۷۹۳/۹۴ء) نے تضمین کے سلسلے میں نہ صرف پانچ مخمس لکھے بل کہ اپنی ایک غزل میں حافظ کے دیوان کی پہلی غزل میں متضمن یزید کے معروف مصرعے کو بخوبی پیوندِ کلام کیا۔[۳۸] مزید برآں مخمسات کی صورت میں تضمینی جہات ابھارتے ہوئے قائم نے خواجہ آصفی، امیر خسرو، میر، سودا اور عراقی کی غزلوں کا انتخاب کیا ہے، مثلاً خواجہ آصفی کا شعر ہے:

ساز آباد خدایا، دلِ ویرانے را
یا مدہ مہرِ بتاں، ہیچ مسلمانے را[۳۹]

قائم نے اس مخمس کی صورت میں تین مصرعے یوں بڑھائے ہیں کہ ان کا پیش کردہ مدعا زیادہ نکھر کر سامنے آ گیا ہے۔ پھر یہ کہ خود آصفی ہروی کے شعر کا لطف اس تضمین کی صورت میں دو چند ہو گیا ہے اور تضمین نگار نے کیفیت ہجر کا نقشہ شدت جذبات کے ساتھ کھینچ دیا ہے:

تا بہ کے ضبط کنم آتشِ پنہانے را
تا کجا آب زنم سینۂ سوزانے را
پیش ازیں تاب نہ دارم غمِ ھجرانے را
"ساز آباد خدایا، دلِ ویرانے را
یا مدہ مہرِ بتاں، ھیچ مسلمانے را"[40]

اس طرح عراقی کی ایک مشہور غزل کے دو شعروں کو قائم مخمس شکل میں تضمین کرتے ہیں، مثلاً ایک شعر دیکھیں:

بہ طوافِ کعبہ رفتم بہ حرم رھم نہ دادند
کہ برونِ در چہ کردی کہ درونِ خانہ آئی؟[41]

وہ اس پر یوں تضمین کرتے ہیں کہ شاعر کی کم سعادتی عراقی کے شعر کی وساطت سے واقعاتی انداز میں نمود کرتی نظر آتی ہے:

ہے بجا جو کھائے حرماں مرے بختِ بد کی سوگند
کہ نہیں ہے کم سعادت کوئی جگ میں میرے مانند
میں پھرا جو شب بہ خجلت درِ دیر دیکھ کر بند
"بہ طوافِ کعبہ رفتم بہ حرم رہم نہ دادند
کہ برونِ در چہ کردی کہ درونِ خانہ آئی؟"[42]

قائم نے سودا کی دو شعروں پر مشتمل نامکمل غزل پر بھی ایک مخمس لکھا ہے جس کا ایک مشہور شعر ہے:

اس کشمکش سے دام کی کیا کام تھا ہمیں
اے الفتِ چمن ترا خانہ خراب ہو[43]

انھوں نے اس شعر کو واضح کرتے ہوئے تین مصرعے یوں بہم پہنچاتے ہیں:

پرہیز وصلِ گل سے جن ایام تھا ہمیں
فکرِ قفس تھی کچھ نہ غمِ دام تھا ہمیں
بارے بہ جائے خویش اک آرام تھا ہمیں
"اس کشمکش سے دام کی کیا کام تھا ہمیں
اے الفتِ چمن ترا خانہ خراب ہو"[44]

میر کی جس غزل کی قائم نے تخمیس کی، اس کا مقطع دیکھیے:

کیا جزا ٹھہرتی ہے دیکھیے کل حشر کو میر
داغ ہر ایک مرے دل پہ ہے خوں دارِ چمن[۴۵]

میر کے اس شعر پر تضمین ملاحظہ کیجیے جس میں انھوں نے بڑی روانی کے ساتھ اپنے مصرعوں کو شیر وشکر کرتے ہوئے معنوی ابھار نکھار دیئے ہیں اور یہاں شاعر دنیا میں اپنی پُر خطا و پُر تقصیر اور رنج و عقوبت میں گزرنے والی زندگی کے بعد محشر کے روز اپنی جزا کے لیے منتظر ہے اور میر کا شعر اس کی داخلی کیفیات کو بخوبی بیان کرتا ہے:

ہوں گنہ گار میں ایسا تو سراپا تقصیر
نام سے جس کے ہراساں ہیں عذاب و تعزیر
آج تک رنج و عقوبت میں تو قائم ہے فقیر
''کیا جزا ٹھہرتی ہے دیکھیے کل حشر کو میر
داغ ہر ایک مرے دل پہ ہے خوں دارِ چمن''[۴۶]

میر حسن (۱۷۴۱ء-۱۷۸۶ء) کی مثنویات میں اگرچہ زیادہ تر ضرب الامثال، محاورات اور آیات کے ٹکڑے مقتبس ملتے ہیں البتہ کہیں کہیں خالص تضمین کی مثالیں بھی مل جاتی ہیں۔ اس حوالے سے انھوں نے رومی اور سعدی کے اخلاقی اشعار پر تضمینات کی ہیں۔ ان شعرا کے کلام کی سادگی اور معنی آفرینی میر حسن کے کلام کی سادگی اور روانی کے ساتھ مل جاتی ہے اور کام یاب تضمینیں سامنے آتی ہیں مثلاً رموز العارفین میں دنیادار کا سوال اور فقیر کا جواب کے عنوان کے تحت میر حسن ایک حکایت لکھتے ہیں جس کا آغاز رومی کے تصرف شدہ شعر سے ہوتا ہے، لکھتے ہیں:

خوشتر آن باشد کہ رازِ دلبران
گفتہ آید در حدیثِ دیگران[۴۷]

مثنوی رومی میں یہ شعر ''بردن پادشاہ آن طبیب را بر سر بیمار تا حال او را بہ بیند'' کے زیرِ عنوان یوں ملتا ہے:

خوشتر آن باشد کہ سرّ دلبران
گفتہ آید در حدیثِ دیگران[۴۸]

حکایت کے آخر میں بھی مولانا روم کے شعر کو تضمین کیا گیا ہے، کہتے ہیں:

سب کہا ہے مولوی نے اے حسن
ہوش ہو تو گوش میں رکھ یہ سخن
گوش خر بفروش و دیگر گوش خر
این سخن باور ندارد گوشِ خر[۴۹]

اس حکایت میں میر حسن نے دل کو تمام تر خدشوں اور تمناؤں سے خالی کر کے اس میں صرف عشق حقیقی کو موجزن رکھنے کا درس دیا ہے اور

مولانا رومی کے الفاظ میں وہ تلقین کرتے ہیں کہ خر کے کان بیچ کر دوسرے کان خرید لے اس لیے کہ میری یہ بات گدھے کے کانوں پر اثر نہ کرے گی۔ مولانا کا مکمل شعر مثنوی میں ''ذکر دانش خرگوش و بیان فضیلت و منافعِ دانش'' کے عنوان سے اس طرح ہے:

گوش خر بفروش و دیگر گوش خر
کین سخن را در نیابد گوشِ خر[50]

رموز العارفین ہی میں میر حسن نے مولانا رومی کے ایک اور شعر ''آنا خوان کھانے کا ابراہیم ادھم کو پہاڑ پر'' کے تحت تضمین کیا ہے، انداز دیکھیے:

اپنے تئیں سب کے برابر تو نہ جان
فہم کر یہ مولوی کی بات مان
کارِ یاراں را قیاس از خود مگیر
در نوشتن گرچہ ماند شیر و شیر[51]

مثنوی مولانا روم میں یہ شعر ''حکایت مرد بقال وطوطی وروغن ریختن طوطی در دکان'' کے زیر عنوان اس طرح موجود ہے:

کارِ پاکانرا قیاس از خود مگیر
گرچہ مانند در نبشتن شیر و شیر[52]

میر حسن نے اس شعر میں معمولی تصرف کر کے اسے اپنے مفہوم کی ترسیل کے لیے مستعار لیا ہے، نیز اسی حصے میں وہ مولانا کا ایک اور شعر بھی قدرے تصرف کے ساتھ تضمین کرتے ہیں:

آرزو می خواہ لیک اندازہ خواہ
بر نتابد کوہ را یک برگِ کاہ[53]

مولانا کا یہ شعر ''ملاقات پادشاہ با آن طبیب الٰہی کہ در خواہشِ بشارت دادہ بودند بملاقات او'' کے عنوان کے تحت مثنوی میں موجود ہے۔ میر حسن نے اس طرح تضمین کی ہے:

جو خدا قسمت میں دیوے بیش و کم
مت رضا سے اس کی باہر رکھ قدم
ظرف سے زیادہ نہ رکھ اپنی طلب
کھینچ مت بے فائدہ رنج و تعب
آرزو می خواہ، لیک اندازہ خواہ
بر نیاید کوہ را یک برگ کاہ[54]

مثنوی در وصف قصر جواھر میں ''در منقبت شمع حرم کبریا یہ مصداق انا مدینۃ العلم وعلی بابہا'' کے عنوان کے تحت سعدی کے دو شعروں کو تضمین کیا گیا ہے جس سے نہ صرف حضرت علیؓ سے ان کی عقیدت کا اظہار ہوتا ہے بل کہ سعدی کے اشعار کے ذریعے وہ اپنے ایمان

واعتقاد کا اظہار موثر طور پر کر دیتے ہیں، لکھتے ہیں:

اس در کا میں ہوں ازل سے فقیر
ہے ایماں میرا قولِ سعدیِ پیر
''خدایا بحقِ بنی فاطمہؓ
کہ بر قولِ ایماں کنی خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول
من و دست و دامانِ آلِ رسولؐ''۵۵

بوستان سعدی (سعدی نامہ) کی تمہید میں یہ شعر قدرے مختلف صورت میں اس طرح درج ہیں:

خدایا بہ حقِ بنی فاطمہؓ
کہ بر قولِ ایمان کنم خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول
من و دست و دامانِ آلِ رسولؐ۵۶

یاد رہے کہ میر حسن نے اپنی شہرہ آفاق مثنوی سحر البیان میں بھی ابیات سعدی ہی کو تضمین کے لیے منتخب کیا اوران کے ہاں تضمین زیادہ تر اپنے موقف کی وضاحت اوراس پر دلالت کے لیے استعمال کی گئی ہے۔اس سلسلے میں انھوں نے زیادہ تر سعدی کے علاوہ رومی کے اخلاقی اشعار کو بھی اپنے اشعار پر مہر تصدیق ثبت کرنے کے لیے برتا ہے۔میر حسن کے ساتھ ساتھ دہلی کے دوسرے شعرا میں تاباں، سوز، اور یقین نے بھی مخمسات لکھے۔اس دور میں تخمیسات کی طرف شعرا کی توجہ زیادہ رہی اور دہلوی شاعروں نے اکثر وبیش تر پوری پوری غزلیں انتخاب کیں۔گویا یہ دور تضمین نگاری کا زرخیز دور تھا۔

غلام ہمدانی مصحفی (۲۹/۱۷۴۸ء۔۔۔۲۵/۱۸۲۴ء) کے دو مخمسات قابل مطالعہ ہیں، پہلا مخمس آصفی ہروی کی مکمل غزل پر ہے، جس کا مطلع ہے:

صورت گراں ہلاکم ازاں سیم تن جدا
سازید صورتے کہ نہ باشد ز من جدا۵۷

مصحفی کے مخمس سے مثال دیکھیے:

جب سے ہوا ہے مجھ سے وہ پیماں شکن جدا
آتش میں تن جلے ہے جدا اور من جدا
ہووے کسی طرح سے یہ رنج و محن جدا
''صورت گراں ہلاکم ازاں سیم تن جدا

سازید صورتے کہ نہ باشد ز من جدا''[58]

یہاں کیفیت جدائی کو دو آتشہ کرنے کے لیے تضمین کا استعمال ہوا ہے۔۔۔ مصحفی کا دوسرا مخمس سودا کی غزل پر ہے، مطلع دیکھیے:

چیز کیا ہوں، جو کریں قتل وہ آنکھیں مجھ کو
پھیر گئے، دیکھ کے منہ خنجرِ مژگاں مجھ کو[59]

مصحفی نے معمولی سے تغیر کے ساتھ زیرِ تضمین شعر کے ذریعے زیادہ کام یابی کے ساتھ محبوب کی جفا کاری کا نقشہ کھینچ دیا ہے، لکھتے ہیں:

گو زمانے نے کیا صاحبِ دیواں مجھ کو
بندگی لکھتے ہیں سب گبر و مسلماں مجھ کو
پر بتاں سمجھیں ہیں کب ظلم کے شایاں مجھ کو
''چیز کیا ہوں جو کریں قتل وہ انکھیاں مجھ کو
پھیر لیں، دیکھ کے منہ خنجرِ مژگاں مجھ کو''[60]

ان مخمسات کے علاوہ انھوں نے خاقانی شروانی کے ایک شعر کو بہ طور دلیل برتتے ہوئے ''مسدس حسب حال خود وابنائے زمانہ گوید'' کے عنوان سے ایک مسدس لکھا۔ خاقانی کا یہ شعر ''دیوان خاقانی شروانی'' میں ''نکوہش اقران وحاسدان'' کے تحت موجود ہے۔[61] مصحفی کے اس مسدس سے ایک بند دیکھیے:

چپ رہ کہ تیرے شعر کی شہرت ہے جا بجا
کس روز تجھ سے آ کے کوئی دو بدو ہوا
کیوں کیجیے اس زمانے کا اے مصحفی گلا
خاقانی اپنے عہد میں آگے ہی کہہ گیا
مشتے خسیس ریزہ کہ اہلِ سخن نیند
با من قراں کنند قرینانِ من نیند[62]

خاقانی کا کہنا ہے کچھ گھٹیا، مٹھی بھر لوگ جو اہل سخن نہیں ہیں، میری معاصرت کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر میرے ہم پلہ نہیں ہیں اور اس طرح گویا وہ خاقانی کے شعر کی وساطت سے تصلیف و تعلّی کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اس زمانے سے گلہ کرنا کارلا حاصل ہے، اس لیے کہ چند کم ظرف افراد میری ہم عصری کا خواہ کتنا ہی دعویٰ نہ کر لیں، میرے برابر ہرگز نہ ہو سکیں گے۔

قلندر بخش جرأت (۱۷۴۹ء۔۱۸۰۹ء) نے میر، سودا، سوز، قوت اور زار کے مصرعوں کو تضمین کرنے کے ساتھ ساتھ ایک آدھ جگہ خود اپنے مصرعے کو بھی تضمین کیا ہے تاہم ان کے ہاں مخمس یا مسدس شکل میں تضمینیں نہیں ملتیں۔ جرأت کی شاعری میں ضرب الامثال کو مقتبس کرنے کی روایت بھی موجود ہے جس سے ان کے ہاں 'ارسال المثل' کا پہلو ابھرا ہے۔ دیکھیے وہ میر کے ایک مصرعے کو اپنی ایک غزل کے قطعہ بند اشعار میں کس روانی سے تضمین کرتے ہیں:

تھے دولتِ وصال سے ہم اس کی بادشاہ
جب تک کہ وصل تھا ہمیں اس کجکلاہ کا
سو اب خراب پھرتے ہیں یوں اس کے ہجر میں
جیسے گدا کا روپ بنے بادشاہ کا
آوارہ در بہ در ہوں میں جرأت بقولِ میر
''خانہ خراب ہو جیو اس دل کی چاہ کا''[۶۳]

میر کا پورا شعر یہ ہے:

گزرا بنائے چرخ سے نالہ پگاہ کا
خانہ خراب ہو جیو اس دل کی چاہ کا[۶۴]

جرأت کا کہنا ہے کہ جب تک وصل میسر تھا ہم خود کو بادشاہ سمجھتے تھے مگر اب حالت ہجر میں یوں ہیں گویا کسی بادشاہ کو گدا کا روپ اختیار کرنا پڑے۔۔۔۔۔افسوس کہ اس دل کی چاہ نے ہمیں آوارہ و در بدر کر دیا ہے۔ اس طرح جرأت زیر تضمینی مصرع کی مدد سے اپنی حالت زار کا نقشہ کامیابی سے کھینچ دیتے ہیں۔ جب کہ سودا کے ایک معروف مصرعے پر جرأت کی تضمین اس طرح ہے:

کس کس طرح ذلت و خواری اٹھا کے رات
جرأت گئے جو یار کی ہم انجمن کے بیچ
تھا یہ خیال گر متوجہ ہو وہ ذرا
تو دردِ دل سنائیے شعر و سخن کے بیچ
پر کیا کہیں کہ مصرعِ سودا ہے حسبِ حال
''ایسی کی اک نگہ کہ رہی من کی من کے بیچ''[۶۵]

سودا کا مکمل شعر یہ ہے:

سودا میں اپنے یار سے چاہا کہ کچھ کہوں
ایسی کی اک نگہ کہ رہی من کی من کے بیچ[۶۶]

اسی طرح جرأت نے خود اپنی ایک غزل کے مطلع کے مصرع ثانی کو کیفیت باطنی کے اظہار کے لیے اسی غزل کے مقطعے میں تضمین کیا ہے، مقطع یہ ہے:

محو نظارہ ہوں کیا ہم کہ بقولِ جرأت
اپنی جانب کوئی کھینچے لیے جاتا ہے ہمیں[۶۷]

انشاء اللہ خان، انشا (۱۷۵۶ء۔۔۔۱۸۱۸ء) نے اپنے مصرعوں کو تضمین کیا یا پھر ان کے ہاں تضمین کے بجائے اقتباس کی مثالیں ملتی

ہیں۔ باوجود اس کے کہ وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ:

بو باس نکلتی ہے کچھ شعر میں انشا کے
جامی کی، نظامی کی، سعدی کی، سحابی کی[۶۸]

سید ناظر حسن زیدی نے اپنے مضمون 'تضمین کے روپ' میں لکھا ہے کہ "(انشاء کے) دیوان میں تضمین کے خوش تراش نگینے جا بجا اپنی تابانی دکھا رہے ہیں، ان کی طباعی و ذہانت ایسے کاموں میں خوب چمکتی تھی[۶۹] جب کہ انشا کے کلام کے مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ان کے ہاں اقتباس کی مثالیں تو جا بجا تابانی دکھاتی ہیں مگر تضمین کی مثالیں زیادہ نہیں ہیں۔ وہ اپنے بعض مصرعوں کو تضمین کرتے ہیں یا آیات و احادیث کو مقتبس کرنے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں لیکن شعرا اردو و فارسی کے کلام کی تضمین کی طرف ان کا رجحان نہ ہونے کے برابر ہے۔

خواجہ حیدر علی آتش (۱۷۷۸ء۔۱۸۴۶ء) کے ہاں ایک آدھ جگہ فارسی شعرا کے مصرعوں پر تضمین کی مثال مل جاتی ہے جب کہ اردو شعرا میں آتش نے سودا، درد اور رقت کے مصرعوں پر تضمینیں کیں۔ سودا کے دو مصرعوں کو آتش نے بہ خوبی تضمین کیا ہے، مثلاً شعر دیکھیں:

پہروں ہی مصرعِ سودا ہے رُلاتا آتش
"تجھ سے اے دیدۂ گریاں نہ ہوا تھا، سو ہوا[۷۰]

آتش بقولِ مصرعِ سودا غرض نہیں
"یک دست اگر زمانہ جہاں کے لٹائے گل"[۷۱]

سودا کے اصل اشعار یوں ہیں:

اب تلک اشک کا طوفاں نہ ہوا تھا سو ہوا
تجھ سے اے دیدۂ گریاں نہ ہوا تھا سو ہوا[۷۲]

یک دست اگر زمانہ جہاں میں لٹائے گل
سر کو ہمارے خاک نہ دیوے، چہ جائے گل[۷۳]

یہاں آتش کی بے نیازانہ اور قلندرانہ طبیعت نے سودا کے شعر کے مصرع اول کے ساتھ "غرض نہیں" کے الفاظ بڑھا کر ان کے شعر کی مردنی اور یاسیت کو قلندری اور بے نیازی میں بدل دیا ہے۔ آتش نے ایک جگہ درد کے ایک مصرعے کو بھی کمال روانی سے پیوند کیا ہے:

آتش یہ وہ زمیں ہے کہ جس میں ہے قولِ درد
دل ہی نہیں رہا ہے جو کچھ آرزو کریں[۷۴]

درد کا مکمل شعر درج کیا جاتا ہے:

ہم تجھ سے کس ہوس کی فلک جستجو کریں
دل ہی نہیں رہا ہے جو کچھ آرزو کریں[۷۵]

شیخ امام بخش ناسخ (م۱۹۳۸/۳۹ء) نے فارسی شاعروں کے مصرعوں کوتضمین کیا اور دبستان دہلی کے نمایندہ شعرا میں سودا اور درد کے مصرعے بھی ان کے ہاں متضمن ملتے ہیں۔ یہاں سودا کے دو مصرعوں پر ناسخ کی تضمین دیکھیے:

ناسخ لگے جو سنگ تو سودا نے یہ کہا
ہر سنگ میں شرار ہے تیرے ظہور کا[۷۶]

ہجر میں کیا مے کشی ناسخ کہ سودا کی طرح
زخم نے دل کے نہ دیکھا منہ کبھی انگور کا[۷۷]

سودا کے اصل شعر یوں ہیں:

ہر سنگ میں شرار ہے تیرے ظہور کا
موسیٰ نہیں جو سیر کروں کوہِ طور کا[۷۸]

اس قدر بنت العنب سے دل ہے سودا کا بھرا
زخم نے دل کے نہ دیکھا منہ کبھو انگور کا[۷۹]

اسی طرح ناسخ کا یہ شعر دیکھیں جس میں درد کے مصرعے سے استفادہ ملتا ہے:

ناسخ یہ قول ہے بجا حضرتِ میر درد کا
حسن بلائے چشم ہے، نغمہ و بالِ گوش ہے[۸۰]

درد کا پورا شعر یہ ہے:

خلوتِ دل نے کر دیا اپنے حواس میں خلل
حسن بلائے چشم ہے، نغمہ وبالِ گوش ہے[۸۱]

ناسخ نے درد کے مصرعے کو بہ طور تائید تضمین کیا ہے کیوں کہ تضمین نگار بعض اوقات جب اپنی دلی کیفیت کو بیان نہیں کر پاتا تو اساتذہ کے اسی قبیل کے شعروں یا مصرعوں کو اپنے کلام میں ضم کر لیتا ہے جس سے اس کی بات تمام تر شعری استدلال کے ساتھ خاصی موثر ہو جاتی ہے۔ مثلاً دیکھیے ناسخ اپنے کلام میں صائب اور حافظ کے مصرعے کس بے ساختگی سے تضمین کرتے ہیں:

جس شبستاں میں ہو صائب کلکِ ناسخ شعلہ رو
''چاک سازد جامۂ فانوس را بر تن چراغ''[۸۲]

''کلبۂ احزاں شود روزی گلستاں غم مخور''
یاد رکھ یہ بات ناسخ، حافظِ شیراز کی[۸۳]

صائب اور حافظ کے اصل اشعار ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

در شبستانی کہ گردد کلکِ صائب شعلہ ریز
چاک سازد جامۂ فانوس را برتن چراغ [۸۴]

یوسفِ گم گشتہ باز آید بکنعاں غم مخور
کلبۂ احزاں شود روزی گلستان غم مخور [۸۵]

یہاں صائب کے مصرعے کو تضمین کرنے سے ناسخ کا مقصد اپنے قلم معجز بیان کی ستائش ہے اور شاعر کا مستعار شعر کی وساطت سے کہنا یہ ہے کہ جس طرح شبستان میں فانوس کا جامہ چراغ کی حدت سے چاک ہو جاتا ہے، بالکل اسی طرح دیگر شعرا میرے کلام کو سن کر اپنی بیاضوں کو چاک کر دیتے ہیں۔ یوں انھوں نے صائب کے مصرعے کی مدد سے کلاسکی شعرا کی اس روایت کو اپنے شعر میں سمو دیا ہے جس کے تحت شعرا بہترین شعر سن کر اپنے کلام کو ضائع کر دیتے تھے اور یوں گویا اپنی شعر فہمی کا ثبوت دیتے تھے۔ دوسرے شعر میں حافظ کے جس مصرعے کو انھوں نے تضمین کیا ہے، اس کا مقصد شاعر کے رجائی نقطۂ نظر پر صاد کرنا ہے۔ اس طرح ناسخ کی تضمین نگاری کے حوالے سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ انھوں نے فارسی اور اردو شاعروں کے کلام کو زیادہ تر اپنے نقطۂ نظر کی توضیح یا تشریح کے لیے انتخاب کیا ہے اور اس طرح وہ معنویت کلام میں اضافہ کر گئے ہیں۔

امانت لکھنوی (۱۸۱۵ء۔۱۸۵۸ء) کے دیوان میں چند مخمسات موجود ہیں جن میں انھوں نے اساتذۂ فن کی غزلیات کو تضمین کیا ہے۔ مزید یہ کہ میر، آتش، ناسخ، اور قلق کے کلام پر ان کی تضمینات خاصی اہمیت کی حامل ہیں۔ دیوان امانت کے علاوہ اپنے منظوم ڈرامے اندر سبھا [۸۶] بھی امانت نے اپنی غزلوں کو برتا ہے، مثلاً ''سبز پری'' کی زبانی ایک منظر میں غزل گوائی گئی اور اندر سبھا میں 'غزل زبانی سبز پری کی بیچ دھن دیس' کے عنوان کے تحت اس کے ۱۳ ابیات نقل کیے ہیں، مطلع دیکھیے:

بھولا ہوں میں عالم کو سرشار اسے کہتے ہیں
مستی سے نہیں غافل ہشیار اسے کہتے ہیں [۸۷]

امانت کا رجحان آتش و ناسخ کے کلام کی تضمینوں کی طرف بھی دکھائی دیتا ہے۔ اس حوالے سے انھوں نے مخمساتِ تضمین رقم کیے، دونوں شعرا کی غزلوں سے مطلعے بالترتیب ملاحظہ ہوں:

آتش نالۂ بلبل سے دھواں ہوتا ہے
سیرِ گلزار سے مجھ کو خفقاں ہوتا ہے [۸۸]

ہوگیا زرد پڑی جبکہ حسینوں پہ نظر
یہ عجب گل ہیں کہ تاثیرِ خزاں رکھتے ہیں [۸۹]

امانت کے مخمس بند اس طرح ہیں:

جب کوئی مرغِ چمن گرمِ فغاں ہوتا ہے
سر مرا فرطِ نقاہت سے گراں ہوتا ہے
باغبانوں میں اگر ذکرِ خزاں ہوتا ہے
''آتش نالۂ بلبل سے دھواں ہوتا ہے
سیرِ گلزار سے مجھ کو خفقاں ہوتا ہے''[۹۰]

حسن کا گلشنِ آفاق میں اولٹا ہے اثر
دید بازی سے مرا رنگ ہوا نوعِ دگر
خوبرویوں کے نظارے سے ملا غم کا اثر
''ہوگیا زرد پڑی جبکہ حسینوں پہ نظر
یہ عجب گل ہیں کہ تاثیرِ خزاں رکھتے ہیں''[۹۱]

لکھنؤ کے دوسرے شعرا میں نسیم اور انیس کے ہاں تضمین سے زیادہ اقتباس کی مثالیں ملتی ہیں۔ نواب مرزا شوق بھی حمد و نعت اور مذہبی عقائد کو جب اپنی مثنویات میں بیان کرتے ہیں تو ان کے ہاں ہمیں اقتباس ہی پر مبنی شعر نظر آتے ہیں۔ دوسری طرف میر انیس کا بنیادی موضوع ہی چوں کہ مذہبی تھا اس لیے ان کے ہاں آیات و احادیث کو مقتبس کرنا فطری امر تھا۔ مرزا دبیر اور مرزا جعفر علی فصیح کے کلام میں بھی آیات و احادیث کے اقتباسات ملتے ہیں۔ ہاں اس ضمن میں جان صاحب جو کہ ریختی کے حوالے سے مشہور ہوئے، انھوں نے خمسے کے مقابلے میں خمسی کے نام سے کچھ تضمینیں ضرور کیں۔ اسی طرح انھوں نے ایک تضمین قدسی مشہدی کی مشہور نعت ''مرحبا سید مکی مدنی العربی + دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی'' پر بھی کی ہے۔ بقول مجید یزدانی یہ تضمین ویسی ہی شرم ناک ہے جیسا ان کا باقی کلام ہے اور اس کا کوئی بند قابل نقل نہیں۔[۹۲] لکھنوی شعرا کا تضمین نگاری کے حوالے سے رجحانِ خاص دیکھا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ ان کی بنیادی توجہ صنائع بدائع اور تحسین کلام کی طرف ہونے کے باوجود فن تضمین کی طرف اس قدر اعتنا نہیں ملتا جتنا کہ ہمیں میر و سودا کے عہد زریں میں نظر آتا ہے۔

نظیر اکبرآبادی (۱۷۳۵ء۔۱۸۳۰ء) کی شاعری میں فن تضمین بھرپور انداز میں سامنے آتا ہے۔ نظیر اکبرآبادی نے کثرت سے لکھا۔ غزلیات کے ساتھ ساتھ انھوں نے تقریباً ہر موضوع پر نظمیں لکھیں اور پوری مہارت کے ساتھ نہ صرف اپنے اشعار کو تضمین کیا بل کہ فارسی اور اردو شعرا کی غزلوں پر عمدہ مخمسات لکھے۔ سعدی، حافظ، امیر خسرو، سراج، فغاں، قدرت اور اصغر کی غزلیات پر ان کے مخمسات یادگار ہیں۔ اور تو اور کلامِ نظیر میں تضمین معشر کی مثالیں بھی موجود ہیں۔ نیز انھوں نے صنعت تضمین میں رباعیاں سپرد قلم کی ہیں۔ نظیر کی مثنویات میں اکثر جگہوں پر سعدی کے اشعار متضمن ہیں اور انھوں نے ان اشعار کے ذریعے اخلاقی تاثر خاصا کو گہرا کیا ہے۔ نظیر کے ''مخمسات عاشقانہ'' تضمین نگاری کی خوب صورت جھلک دکھاتے ہیں۔ اردو شعرا میں انھوں نے فغاں، سراج، قدرت اور اصغر کی غزلیات پر مخمس لکھے ہیں، مثلاً سراج کی

ایک مشہور غزل ۹۳ پر تخمیس عمدہ ہے، مطلع پر تضمینی بند ملاحظہ کریں:

کھلی جبکہ چشمِ دلِ حزیں تو وہ نم رہا نہ تری رہی
ہوئی حسرت ایسی کچھ آنکھ پر کہ اثر کی بے اثری رہی
پڑی گوشِ جاں میں عجب ندا کہ جگر نہ بے جگری رہی
''خبرِ تحیرِ عشق سن نہ جنوں رہا نہ پری رہی
نہ تو تو رہا، نہ تو میں رہا، جو رہی سو بے خبری رہی''۹۴

فارسی شعرا میں امیر خسرو کی معروف غزل پر نظیر نے تضمین مخمس بہم پہنچائی ہے، یہاں ان کے صرف مطلع ۹۵ پر کیا گیا مخمس بند دیکھیے کس قدر موزوں، رواں اور برمحل ہے:

کب لالہ و گل کر سکیں عارض سے تیرے ہمسری
قد سے خجل سروِ سہی، رفتار سے کبکِ دری
محبوب تجھ سے سیکھ لیں ناز و ادا و دلبری
''اے چہرۂ زیبائے تو رشکِ بتانِ آزری
ہر چند وصفت میکنم، در حسن زاں زیبا تری''۹۶

نظیر نے حافظ کی پانچ غزلوں پر مخمس لکھے۔ یہاں ایک غزل کا مطلع اور اس پر نظیر کا مخمس بند دیکھیے جو زیرِ تضمین شعر کے صوری و معنوی پہلوؤں کے ساتھ پوری لطافت سے ہم آہنگ دکھائی دیتا ہے:

ساقیا برخیز و در دہ جام را
خاک بر سر کن غمِ ایام را۹۷

کیست تا آں ساقیِ گلفام را
از منِ بیدل دھد پیغام را
تشنہ لب مگذار ایں ناکام را
''ساقیا برخیز و در دہ جام را
خاک بر سر کن غمِ ایام را''۹۸

حافظ پر نظیر کی تضمینات ان کے عمدہ ادبی ذوق کو ظاہر کرنے کے ساتھ ساتھ کلام حافظ سے ان کی دل چسپی اور فن تضمین سے ان کے

گہرے لگاؤ کا ثبوت ہیں۔ پھر جس طرح نظیر نے حافظ کی ان غزلوں کی تخمیس کرتے ہوئے اپنے اسلوب اور انداز میں حافظ کا سالب ولہجہ اپنانے کی کوشش کی ہے، وہ لائق داد ہے۔ دیکھیے سعدی کے مشہور شعر کو وہ اپنے ایک مسدس ''وصل وفراق'' میں کس روانی کے ساتھ جزوکلام بناتے ہیں، شعر یہ ہے:

دیدار می نمایی و پرھیز می کنی
بازارِ خویش و آتشِ ما تیز می کنی[۹۹]

نظیر کا رنگِ تضمین دیکھیے:

گاہے بخندہ لب شکر آمیز می کنی
گاہے بہ عشوہ غمزۂ خونریز می کنی
ہر نازِ دل فریب و دلآویز می کنی
القصہ ہر ادا ستم انگیز می کنی
دیدار می نمای و پرہیز می کنی
بازارِ خویش و آتشِ ما تیز می کنی[۱۰۰]

شاہ نصیر الدین نصیر(۱۷۶۱ء۔۱۸۳۸ء) نے اپنے اشعار اور مصرعوں کو بھی تضمین کیا اور سودا، میر، انشا اور صائب جیسے شاعروں کے کلام سے بھی استفادہ کیا، مثلاً وہ انشا کے ایک مصرعے کو یوں تضمین کرتے ہیں:

کہہ غزل اور بھی اس مصرعِ انشا پہ نظیر
''مے پیے، قشقہ دیے، کعبہ میں ناقوس لیے''[۱۰۱]

انشا کا پورا شعر دیکھیے:

مے پیے، قشقہ دیے، کعبے میں ناقوس لیے
اے دل آئے ہیں ہم اب فائدہ افسوس کیے[۱۰۲]

یا پھر میر کے ایک مشہور مصرعے کو بڑی لطافت کے ساتھ حصۂ کلام بناتے ہوئے لکھتے ہیں:

نصیر کیجیے وفا کب تلک بقولِ میر
جفائیں دیکھ لیاں بے وفائیاں دیکھیں[۱۰۳]

میر کا مکمل شعر درج کیا جاتا ہے:

جفائیں دیکھ لیاں بے وفائیاں دیکھیں
بھلا ہوا کہ تری سب برائیاں دیکھیں[۱۰۴]

اسی طرح صائب کا ایک شعر ہے:

می شوم دلگیر صائب از حیاتِ پنج روز
خضر چون آورد تا امروز تابِ زندگی[۱۰۵]

شاہ نصیر اس کی تضمین یوں کرتے ہیں کہ صائب کے ساتھ ان کے داخلی واردات کا اتصال بخوبی ہو جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ میں صائب کی مانند روز و شب تنہا ہوں، نہ معلوم خضر کس طرح آج تک زندگی کی تاب لائے ہوئے ہے۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ صائب کے ہاں لفظ ''دلگیر'' زیادہ تاثر پیدا کر رہا ہے۔

روز و شب تنہا بقولِ حضرتِ صائب، نصیر
''خضر چون آورد تا الحال تابِ زندگی''[۱۰۶]

بہادر شاہ ظفر (۱۷۷۵ء۔۱۸۶۲ء) کے ہاں زیادہ تر آیات و امثال مقتبس ملتی ہیں اور کہیں کہیں ہی تضمین کے نمونے جھلک دکھاتے ہیں، جن کی نوعیت زیادہ تر شرحی و توضیحی ہے۔ تضمین کے سلسلے میں ان کے دو مخمس اہمیت کے حامل ہیں جو انھوں نے اپنی ہی دو مشہور غزلوں پر لکھے ہیں۔ ان غزلوں کے مطلع اور ان پر مخمس بند دیکھیے:

یا مجھے افسر شاہانہ بنایا ہوتا
یا مرا تاج گدایانہ بنایا ہوتا[۱۰۷]

''یا مجھے افسرِ شاہانہ بنایا ہوتا
یا مرا تاج گدایانہ بنایا ہوتا''
اس خرد نے مجھے سر گشتہ و حیران کیا
کیوں خرد مند بنایا، نہ بنایا ہوتا
تو نے اپنا مجھے دیوانہ بنایا ہوتا[۱۰۸]

یوں خود اپنے شعروں کی توضیح و تفسیر موثر طور پر ہو گئی ہے مزید برآں ظفر نے میر، سودا، ذوق اور قدسی مشہدی کی غزلیات پر خمسے لکھے۔ یہاں ذوق کی زیرِ تضمین غزل کا مطلع اور اس پر مخمس بند ملاحظہ ہو:

یہ اقامت ہمیں پیغامِ سفر دیتی ہے
زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے[۱۰۹]

چشمِ دل میں جو خرد کحلِ بصر دیتی ہے
یہی سوجھا ہمیں آگاہ وہ کر دیتی ہے
یاں فنا کس کے سدا اپنے کو کر دیتی ہے

''یہ اقامت ہمیں پیغامِ سفر دیتی ہے
زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے''[۱۱۰]

اسداللہ خاں غالب (۱۷۹۷ء۔۱۸۶۹ء) غالب کے اردو کلام میں تضمین نگاری کی طرف زیادہ توجہ نہیں ملتی اور نہ ہی انھوں نے تخمیس و تسدیس کے معروف رجحان کی طرف توجہ کی سوائے اس کے کہ انھوں نے اپنے درج ذیل دوشعروں میں ناسخ اور ظفر کے مصرعوں پر گرہ لگائی ہے:

غالب اپنا یہ عقیدہ ہے بقولِ ناسخ
آپ بے بہرہ ہے جو معتقدِ میر نہیں[۱۱۱]

مجھے جنوں نہیں غالب ولے بقولِ حضور
''فراقِ یار میں تسکین ہو تو کیونکر ہو''[۱۱۲]

ناسخ اور ظفر کے اصل اشعار دیکھیے:

شبہہ ناسخ نہیں کچھ میر کی استادی میں
آپ بے بہرہ ہے جو معتقدِ میر نہیں[۱۱۳]

نصیب وصل تمہارا کہو تو کیونکر ہو
فراقِ یار میں تسکین ہو تو کیونکر ہو[۱۱۴]

شیخ محمد ابراہیم ذوق (۱۷۹۵ء۔۱۸۵۴ء) کے ہاں صرف اقتباس کی مثالیں ملتی ہیں اور انھوں نے قرآنی آیات، احادیث، مقولوں اور مصرعوں کو بہ خوبی مقتبس کیا ہے۔ اسی دور کے رجحان ساز شاعر مومن خان مومن (۱۸۰۱ء۔۱۸۵۱ء) کے ہاں بھی اگرچہ آیات واحادیث وغیرہ کثرت سے مقتبس ملتی ہیں لیکن اشعار و مصاریع کی تضمین کرنے کی طرف ان کا خاص رجحان رہا۔ مومن کے ہاں اردو اور فارسی شعرا کی تضمین کا وافر ذخیرہ موجود ہے۔ انھوں نے اپنے مصرعوں کی تضمین کے علاوہ دیگر اردو شاعروں میں درد اور شیفتہ کی غزلیات پر مسدس اور مخمس لکھے اور فارسی شعرا کی غزلوں کی تخمیس و تضمین مقابلتاً زیادہ کی۔ اس حوالے سے حافظ، عرفی، وحشی یزدی، قلی میلی، نظیری، ابوطالب کلیم ہمدانی اور منشی فضل عظیم کی غزلوں پر ان کے مخمس شان دار ہیں۔ عرفی کی ایک غزل پر مومن نے مثلث بھی لکھا۔ حافظ کی چار غزلوں پر مومن کے خمسے ملتے ہیں ان غزلوں کے مطلع اور ان پر مومن کے مخمس سے ایک بند ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

آنکہ از سنبل او غالیہ تابے دارد
باز با دل شدگاں ناز و عتابے دارد[۱۱۵]

دورِ ایام دگر شرم و حجابے دارد
فلک از ابر بہ رخسار نقابے دارد
بخت سیراب نگاہاں سر خوابے دارد
''آنکہ از سنبل او غالیہ تابے دارد
باز با دل شدگاں ناز و عتابے دارد''[۱۱۶]

غلامِ نرگسِ مستِ تو تاجدارانند
خرابِ بادۂ لعلِ تو ہوشیارانند[۱۱۷]
عنادلِ گل روئے تو گل عذارانند
اسیرِ دامِ بلائے تو دل شکارانند
غبارِ راہِ وفائے تو شہ سوارانند
''غلامِ نرگسِ مستِ تو تاجدارانند
خرابِ بادۂ لعلِ تو ہوشیارانند''[۱۱۸]

خوش است خلوت اگر یار یارِ من باشد
نہ من بہ سوزم و او شمعِ انجمن باشد(۱۱۹)
کسے بہ غم کدہ تاکے بہ صد محن باشد
ز داغ رشکِ عدو گرم سوختن باشد
بہ گوشۂ جگر افشان و نالہ زن باشد
''خوش است خلوت اگر یار یارِ من باشد
نہ من بہ سوزم و او شمعِ انجمن باشد''[۱۲۰]

ے حریفِ لب و دندانِ تو بے چیزے نیست
خواب آن نرگس فتان تو بے چیزے نیست[۱۲۱]
خندہ زن چاک گریبانِ تو بے چیزے نیست
بے شکن زلفِ پریشانِ تو بے چیزے نیست
بے نمک خندۂ پنہانِ تو بے چیزے نیست

''مے حریف لب و دندانِ تو بے چیزے نیست
خواب آن نرگس فتان تو بے چیزے نیست''[۱۲۲]

مومن کے ان خمسوں کا ہر پہلا بند فارسی میں ہے جب کہ باقی تمام تر بندوں میں علاوہ تضمینی شعر کے انھوں نے اردو میں مصاریع بہم پہنچائے ہیں۔ دیگر فارسی شعرا میں نظیری اور کلیم پر مومن کی تضمینات لائق مطالعہ ہیں، مثلاً یہاں نظیری اور کلیم کی غزلوں کے مقطعے اور ان پر مومن کے خمسوں سے بند نقل کیے جاتے ہیں :

کار دشوار نظیری گریہ می آرد کہ او
شاد از تدبیر ھائے سست بنیادِ من است[۱۲۳]

جو ہو خود ہر کام میں وامانده و اصلاح جو
اس سے مطلب نکلے کیا وہ اے فریبِ آرزو
جائے رونے کی ہے مومن سادگی تو دیکھ تو
''کارِ دشوار نظیری گریہ می آرد کہ او
شاد از تدبیر ھاے سست بنیاد من است''[۱۲۴]

☆

اشکِ بے ہودہ مریز ایں ھمہ از دیدہ کلیم
گردِ غم را نتواں شست بہ طوفان از من[۱۲۵]

قابلِ چارہ نہیں ہے مرا احوالِ سقیم
رو گئے سر پہ مرے سارے اطبائے فہیم
تجھ کو مومن کی سی الفت ہے نہ ویسا تو حکیم
''اشکِ بے ہودہ مریز ایں ھمہ از دیدہ کلیم
گردِ غم را نتواں شست بہ طوفان از من''[۱۲۶]

محمد مصطفیٰ خان، شیفتہ (۱۸۰۶ء۔۱۸۶۹ء) کے ہاں اگر چہ اقتباس کی مثالیں زیادہ ملتی ہیں تاہم انھوں نے مومن کی ایک غزل پر خمسہ بھی لکھا ہے، مومن کی اس غزل کا مطلع دیکھیے :

ہجراں کا شکوہ لب تلک آیا نہیں ہنوز
لطفِ وصال غیر نے پایا نہیں ہنوز[۱۲۷]

شیفتہ نے مومن کے اندازِ بیان کی مناسبت سے مصرعے فراہم کرتے ہوئے یہ انداز اپنایا ہے:

ناصح کو حرفِ تلخ سنایا نہیں ہنوز
شورِ فغاں سے فتنہ اٹھایا نہیں ہنوز
دم ہمدموں کا ناک میں لایا نہیں ہنوز
''ہجراں کا شکوہ لب تلک آیا نہیں ہنوز
لطفِ وصال غیر نے پایا نہیں ہنوز''[۱۲۸]

امیر مینائی (۱۸۲۹ء-۱۹۰۰ء) کے دیوان میں ''مخمس پر غزل جناب فردوس مکان نواب یوسف علی خان بہادر متخلص بہ ناظم والیِ مصطفیٰ آباد عرف رام پور'' کے عنوان سے ایک مخمس موجود ہے، ناظم کی جس غزل پر امیر نے یہ خمسہ لکھا ہے، اس کا مطلع یہ ہے:

میں نے کہا کہ'' دعویِ الفت، مگر غلط''
کہنے لگے کہ'' ہاں، غلط اور کس قدر غلط''[۱۲۹]

اس شعر پر مخمس کا ایک بند ملاحظہ کیجیے:

کیا کیجیے وہ کہتے ہیں ہر بات پر غلط
اظہارِ غم کیا تو کہا سر بسر غلط
یہ دردِ دل دروغ، یہ زخمِ جگر غلط
میں نے کہا کہ دعویِ الفت مگر غلط!
کہنے لگے کہ ہاں غلط اور کس قدر غلط[۱۳۰]

نواب مرزا داغ (۱۸۳۱ء-۱۹۰۵ء) کے ہاں تضمین نگاری کا رجحان قدرے کم ہے۔ انھوں نے تضمین کے حوالے سے سعدی شیرازی کی ایک مشہور غزل پر خمسہ لکھا جس کا مطلع یہ ہے:

سروِ سیمینا بصحرا می روی
نیک بد عہدی کہ بے ما می روی[۱۳۱]

داغ نے اس پر یہ مصرعے فراہم کیے ہیں:

ایں چہ رفتار است بے جا می روی
بے خودانہ مستِ صہبا می روی
می روی و بے محابا می روی
''سروِ سیمینا بصحرا می روی
نیک بد عہدی کہ بے ما، می روی''[۱۳۲]

داغ کے مصرعے سعدی کے مصرعوں سے ہم آہنگ ہیں اوران کی وساطت سے رفتارِ محبوب کا متحرک تمثال تشکیل ہو پایا ہے۔

الطاف حسین حالی (۱۸۳۷ء۔۱۹۱۴ء) کے ہاں زیادہ تر آیات واحادیث اورضرب الامثال واقوال مقتبس ملتے ہیں البتہ تضمین کے حوالے سے انھوں نے قدسی مشہدی کی مشہور نعت پر خمسۂ نعتیہ لکھا۔اس کے علاوہ مرزا غالب کی بے مثال فارسی نعتیہ غزل کی دل کش تخمیس بھی کی،مثلاً یہاں غالب کا مطلع دیکھیں:

حق جلوہ گر زِ طرزِ بیانِ محمدؐ است
آرے کلامِ حق بزبانِ محمدؐ است[۱۳۳]

اس شعر پر حالی کے مصرعے ملاحظہ کیجیے:

اعجاز از خواصِ لسانِ محمدؐ است
عین الحیٰوۃ گم بہ دھانِ محمدؐ است
گر نور و گر ھدیٰ کہ ازانِ محمدؐ است
"حق جلوہ گر زِ طرزِ بیانِ محمدؐ است
آرے کلامِ حق بزبانِ محمدؐ است"[۱۳۴]

حالی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآ لہ وسلم کے ساتھ اپنی والہانہ شیفتگی کونہایت پرتاثیر انداز میں سپردِ قلم کیا ہے اوران کے تینوں مصرعے غالب کے مطلع کے ساتھ شیر وشکر ہوگئے ہیں۔خاص طور پر حالی کا مصرع ثانی لطفِ معنی سے ہم کنار ہے۔حالی نے قدسی مشہدی کی جس نعتیہ غزل پر تضمین کی اس میں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے گہری عقیدت کا اظہار ہرایک لفظ سے ہوتا ہے۔یوں ان کے ہاں تضمین کا مقصد زیادہ تر دربارِ اقدس میں نذرِ عقیدت پیش کرنا رہا ہے۔

سید اکبر حسین اکبر(۱۸۴۶ء۔۱۹۲۱ء) کی تضمینوں میں تہذیبی وفکری رنگ نمایاں ہے اورانھوں نے اپنی ایسی شاعری کے ذریعے اصلاحِ احوال کی بھرپور کوشش کی۔اکبر کے ہاں فنِ تضمین کا استعمال سادگی اور پرکاری سے ہوا ہے۔انھوں نے نہ صرف خود اپنے مصاریع کو تضمین کیا بل کہ اردو اور فارسی شعرا کے اشعار اور مصرعوں پر بھی تضمینیں لکھیں۔اکبر کی تضمینات اپنے پیش روشعرا سے قدرے منفرد اور ممیّز ہیں اور وہ اس ادبی خوبی کو زیادہ تر اپنے کلام میں طنز کی کاٹ کو گہرا کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔اکبر کی غزلیات،قطعات اور مخمسات میں تضمینوں کی نو بہ نو جھلکیاں موجود ہیں۔خاص طور پر انھوں نے اپنے قطعوں میں فارسی شاعروں کے اشعار پر جو تضمینیں کی ہے،نہایت عمدہ ہیں۔تضمینات اکبر کا بنیادی رنگ یہ ہے کہ وہ خواہ شعرائے فارسی کا کلام اپنائیں یا خود اپنے مصرعوں کو تضمین کریں۔ہر جگہ نئے،اچھوتے اور لطیف معانی ضرور پیدا کرتے ہیں۔مثلاً انھوں نے اپنی ایک ہی غزل میں ایک مصرعے کو دو مختلف شعروں میں اس طرح کھپایا ہے کہ دونوں شعروں میں مصرع ثانی نئے معنی دے رہا ہے۔[۱۳۵] اردو شعرا کی تضمین کرتے ہوئے ایک جگہ آتش[۱۳۶] کے مصرعوں کو اپنے کلام کی ستائش اور اس پر تائید کے لیے برتتے ہیں،اس کے علاوہ اکبر رند کے ایک مصرعے کو اسی کے رنگ میں تضمین کرتے ہیں:

بقولِ رند مہمانِ فلک میں بھی ہوں اے اکبر
مری قسمت کا ٹکڑا بھی ہے اس کے خوانِ الواں میں[۱۳۷]

رند کا شعر دیکھیں:

گنا جاتا ہوں میں بھی آسماں کے میہمانوں میں
مری قسمت کا بھی ٹکڑا ہے اس کے خوانِ الواں میں[۱۳۸]

فارسی شعرا میں اکبر حافظ، سعدی اور نظیری کے کلام کو موثر اسلوب میں تضمین کرتے ہیں، مثلاً نظیری کے ایک شعر[۱۳۹] کو انھوں نے اپنے ایک فارسی قطعے میں ناصح پر نکتہ چینی کے لیے استعمال کیا ہے یا پھر سعدی کے اشعار کو مسلمانوں کی اصلاح کے لیے متضمن لائے ہیں۔ خاص طور پر اکبر انگریزی تہذیب وتمدن کی بے جا نقالی پر وہ برانگیختہ ہو جاتے ہیں اور سعدی جیسے معلم اخلاق کے اشعار کے ذریعے مسلمانوں کو جھنجھوڑتے ہیں۔ ایک قطعے میں اکبر نے انگریزی تعلیم و تہذیب کے برے نتائج کا نقشہ کھینچا ہے اور اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ فرنگی تعلیم و تمدن اپنانے سے مسلمان نہ ادھر کے رہیں گے اور نہ اُدھر کے —— قطعے کے آخر میں مسلمان کو اس کا مقصود اصلی یاد دلاتے ہیں:

مقصود جو اصلی ہے وہ ہے دل کی درستی
یا ہیٹ و اور کوٹ ہو یا جبّہ و دستار
شبہ مرے اس قول کی صحت میں اگر ہو
سن لیجیے سعدی کا یہ ارشادِ گہر بار
حاجت بہ کلاہِ برکی داشتنت نیست
درویش صفت باش و کلاہِ تتری دار[۱۴۰]

گویا درویش کو ''کلاہ برکی'' کی حاجت نہیں رہتی اور دل کی درستی دکھنے والا تاتاری کلاہ (فقرا کی کلاہ) رکھتا ہے۔ سعدی کا منقولہ بالا شعر **گلستان** سے مستعار ہے۔[۱۴۱] اور اکبر نے اس شعر میں کوئی تصرف نہیں کیا۔ اکبر اپنے ایک اور قطعے میں افراد معاشرہ کی مختلف روشوں پر تبصرہ کرتے ہوئے شیخ سعدی کا قول یاد دلاتے ہیں کہ مسلمان اگر خلاف پیغمبرؐ چلے تو وہ ہرگز منزل مقصود کو نہیں پا سکتا:

جدھر بحرِ ہستی بہائے بہیں
خدا سے دعا ہے کہ سب خوش رہیں
مگر شیخِ سعدی کی ہے ایک بات
مسلماں کو ہے فرض ادھر التفات
''خلافِ پیمبرؐ کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواھد رسید''[۱۴۲]

سعدی کا یہ منقولہ شعر **بوستان سعدی** سے لیا گیا ہے[۱۴۳] اور اکبر نے اس شعر کی مدد سے اپنے اصلاحی نقطۂ نظر کی وضاحت کی ہے۔ اسی طرح شیخ سعدیؒ کا ایک اور شعر ہے:

بیک نعرہ کوھی ز جا بر کنند
بیک نالہ ملکے بہم بر زنند[۱۴۴]

اکبر اسے اپنے ایک قطعے میں بڑی سلاست اور لطافت سے تضمین کرتے ہوئے کہتے ہیں:

اگر ہیں بھی باقی کچھ اب درد مند
تو بس پھینکتے ہیں وہ لفظی کمند
بیک لکچر آوازِ ھُرّا بلند
بیک بزم مقدارِ چندہ دو چند
کہاں اب وہ دل اور وہ طبعِ بلند
جنھیں کہہ گئے سعدیِ ارجمند
بیک نعرہ کوھے ز جا بر کنند
بیک نالہ ملکے بہم بر زنند[۱۴۵]

وہ قرون اولی کے ان مسلمانوں کو یاد کرتے ہیں جن کے ایک نعرے سے پہاڑ اپنی جگہ سے اکھڑ جاتے اور جن کی آہِ نالہ رسا سے سلطنتیں برہم ہو جایا کرتی تھیں۔ سعدی کے شعر پر اکبر کی یہ تضمین ان کے ملی، دینی، اور اصلاحی نقطۂ نظر کو بھرپور معنویت کے ساتھ اجاگر کرتی ہے۔

اکبر حافظ کے کلام کو بھی بہت اہمیت دیتے ہیں، مثلاً اپنے ایک مخمس ہیئت کے قطعے میں وہ دیوان حافظ کی پہلی غزل کو تضمین کرتے ہیں جس کا معروف مطلع ہے:

الا یا ایہا الساقی ادِر کاساً و ناولہا
کہ عشق آساں نمود اول ولے افتاد مشکلہا[۱۴۶]

اکبر تین مصرے بہم پہنچاتے ہوئے طنزیہ اسلوب میں لکھتے ہیں:

مسانِ خود فروش آخر فرستادند ایں بلہا
طلب کردند زر چنداں کہ خوں افتاد دردلہا
نشاطِ طبع برھم شد شکست آں رنگِ محفلہا
''الا یا ایھا الساقی ادر کاسا و ناولہا
کہ عشق آساں نمود اول ولے افتاد مشکلہا''[۱۴۷]

اسی طرح انھوں نے اپنی ایک غزل[۱۴۸] کے آخر میں حافظ کے اس شعر کو اصلاحِ احوال کے لیے پیوند کیا ہے:

اے گدایانِ خرابات خدا یارِ شماست
چشمِ انعام مدارید ز انعامے چند[۱۴۹]

یا پھر وہ حافظ ہی کی ایک مشہور غزل کے مقطعے (۱۵۰) کو اپنے تین شعروں پر مشتمل قطعے میں توضیح مطلب کے لیے مستعار لیتے ہیں:

اگرچہ پولیٹکل بحث میں ہوئے ہیں شریک
جناب پنڈت جے چند و بابو آشو توش

مگر ہمیں تو ہے بالکل سکوت اس مد میں
سمجھا گئے ہیں یہ مضمون سیّدِ ذی ہوش
رموزِ مملکتِ خویش خسرواں دانند
گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش[۱۵۱]

اکبر کی تضمینات کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انھوں نے زیادہ تر اس فن سے اصلاح احوال اور توضیح و تصریح مطلب کا کام لیا ہے۔ ان کی تضمینوں سے تضمین نگاری کا ایک منفرد و ممیّز رنگ سامنے آتا ہے اور انھوں نے اس فن کے استعمال سے ملت اسلامیہ کے احیا کی خاطر توانا اور پُر معنی شاعری کی۔ آگے چل کر اقبال کے ہاں تضمین نگاری کے اس انداز کی متاثر کن توسیع سامنے آتی ہے اور علامہ اپنی تضمینوں کے ذریعے منفرد معانی پیدا کرتے اور اس حوالے سے لافانی شعر پارے تخلیق کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ یوں ولی سے اکبر تک تضمین نگاری کا فن ہر دور میں نئے روپ اختیار کرتا رہا۔ ابتداءً اردو ادب میں اس کی مثالیں خال خال ملتی ہیں اور شعرا کی توجہ زیادہ تر آیات و احادیث اور اقوال و امثال کو مقتبس کرنے کی طرف رہی تاہم ولی کی شاعری سے اشعار و مصاریع کی تضمین کا رواج باقاعدہ طور پر متعارف ہوتا ہے۔ حاتم نے تضمین نگاری کے دائرے کو وسیع کیا اور اپنے ہم عصر اردو شعرا اور پیش رو فارسی شاعروں کے اشعار پر عمدہ تضمینیں کیں۔ میر و سودا کے زریں عہد میں سودا، میر، درد، قائم، میر حسن، یقین، سوز اور تاباں وغیرہ کے اسما تضمین نگاری کے سلسلے میں اہمیت کے حامل ہیں۔ لکھنوی شعرا میں مصحفی، انشا، جرأت، آتش، ناسخ، مرزا شوق، نسیم اور امانت لکھنوی وغیرہ بھی اس فن کی طرف متوجہ ہوئے۔ اٹھارھویں صدی عیسوی کے اواخر میں نظیر اکبر آبادی نے عمدہ تضمیناتی خمسے اور رباعیاں لکھیں۔ غالب و مومن کے دور میں شاہ نصیر، ظفر، ذوق، غالب، مومن اور شیفتہ کے ہاں تضمین کی اچھی خاصی مثالیں مل جاتی ہیں۔ امیر اور داغ سے تضمین نگاری کی روایت حالی اور پھر اکبر تک پہنچتی ہے، جنھوں نے اس صنعت کو محض اظہارِ مشاقی، صنعت گری یا اپنے کمالِ فن کے اظہار کا ذریعہ بنانے کے بجائے زیادہ تر ذہنی و فکری تطہیر و تہذیب کا کام لیا۔ بعد ازاں بیسویں صدی میں اقبال اور ان کے بعد بہت سے جدید شعرا نے اس فن میں نئے نئے رنگ پیدا کیے۔ خصوصاً آگے چل کر سخن ورانِ طنز و مزاح نے اس فنّی حربے میں مزید وسعت، معنویت اور دل کشی پیدا کر دی اور اس طرح اردو شاعری میں ماضی اور حال یا گذشتہ اور موجودہ کا یہ شعوری اور لاشعوری سفر ہر دور میں مختلف انداز اختیار کرتا رہا۔ شعرائے مذکور نے اپنی صناعی و مشاقی، وسعت مطالعہ اور خلاقانہ صلاحیتوں کے اظہار کے لیے اس فن سے کماحقہ فائدہ اٹھایا اور تضمین نگاری کے کلاسکی شعری رجحانات صنائع لفظی میں شامل اس شعری خوبی کو ایک باضابطہ اور مربوط و مستقل فن کا درجہ دینے میں اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ سید حامد: ''اقبال کے کلام میں تضمین اور ترکیب'' (مضمون) مشمولہ اقبال کا فن (مرتبہ) گوپی چند نارنگ، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، طبع دوم ۱۹۸۹ء، ص ۸۰

۲۔ ناظر حسن زیدی: ''تضمین کے روپ'' (مضمون) مشمولہ رسالہ صحیفہ شمارہ ۳۰، جنوری ۱۹۶۵ء، ص ۱۰۹

۳۔ روحِ کلام غالب المعروف بہ تفسیرِ کلامِ غالب، بدایون: نظامی پریس ۱۹۳۵ء
۴۔ ولی دکنی: کلیات ولی (مرتبہ) نورالحسن ہاشمی، لاہور: مجلس ترقی ادب ۱۹۵۵ء، ص ۱۴۸
۵۔ ایضاً، ص ۳۱۹
۶۔ ایضاً، ص ۳۷۶
۷۔ عرفی شیرازی: قصاید عرفی، لاہور: شیخ گلزار محمد پرنٹرز ۱۹۲۴ء، ص ۷۸
۸۔ دیکھیے: دیوان آبرو (مرتبہ) ڈاکٹر محمد حسن، نئی دہلی: ترقی اردو بیورو ۱۹۹۰ء، ص ۲۲۶
۹۔ ولی: کلیات ولی (مرتبہ) نورالحسن ہاشمی ص ۲۱۸
۱۰۔ حاتم: دیوان زادہ (مرتبہ) غلام حسین ذوالفقار، لاہور: مکتبہ خیابان ادب ۱۹۷۵ء، ص ۱۰۴
۱۱۔ سودا: کلیات سودا (مرتبہ) محمد شمس الدین صدیقی، لاہور: مجلس ترقی ادب ۱۹۷۳ء، ج ۱ ص ۵۲۰
۱۲۔ حاتم: دیوان زادہ (مرتبہ) غلام حسین ذوالفقار ص ۱۲۹
۱۳۔ درد: دیوان درد، (مرتبہ) خلیل الرحمٰن داودی، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اول ۱۹۶۲ء، ص ۱۶۱
۱۴۔ حافظ: دیوان حافظ بہ کوشش محمد قزوینی و قاسم غنی، تہران: بسر مایہ کتاب خانہ زوار و چاپ سینا ۱۳۷۲ھ۔ش، ص ۳۳۸
۱۵۔ حاتم: دیوان زادہ (مرتبہ) غلام حسین ذوالفقار، ص ۱۴۲
۱۶۔ حافظ: دیوان حافظ بہ کوشش محمد قزوینی و قاسم غنی، ص ۱۳۲
۱۷۔ حاتم: دیوانِ زادہ، ص ۱۷۰
۱۸۔ ولی: کلیات ولی، (مرتبہ) نورالحسن ہاشمی، ص ۱۸۳
۱۹۔ سراج: کلیات سراج، نئی دہلی: ترقی اردو بیورو ۱۹۸۲ء، ص ۷۰۹
۲۰۔ سودا: کلیات سودا (مرتبہ) محمد شمس الدین صدیقی، ج ۱ ص ۳۲۸
۲۱۔ صائب: کلیات صائب بہ کوشش امیری فیروزکوہی، تہران: انتشارات کتاب فروشی خیام ۱۳۷۳ھ۔ش، ص ۷۱۔ مکمل شعر یہ ہے:

اگرچہ کوش نبود سیر بوستاں تنہا
گرفتہ ایم اجازت ز باغباں تنہا

۲۲۔ سودا: کلیات سودا (مرتبہ) محمد شمس الدین صدیقی، ج ۱ ص ۹۳
۲۳۔ بیدل: کلیات بیدل باہتمام حسین آہی، تہران: ناشر مراغی، طبع اول ۱۳۶۶ھ، ص ۳۷۵
۲۴۔ سودا: کلیات سودا (مرتبہ) محمد شمس الدین صدیقی، ج ۱ ص ۱۵۹
۲۵۔ سودا: کلیات سودا (مرتبہ) محمد شمس الدین صدیقی، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اول ۱۹۷۶ء، ج ۲ ص ۳۷۱
۲۶۔ حافظ: دیوان حافظ بہ کوشش محمد قزوینی و قاسم غنی، ص ۵۰

۲۷۔ نوٹ: حافظ پہلے تین شعر جن میں سودا نے تصرف نہیں کیا، یہ ہیں:

ساقی بہ نورِ بادہ بر افروز جامِ ما
مطرب بگو کہ کارِ جہاں شد بہ کامِ ما

ما در پیالہ عکس رخِ یار دیدہ ایم
اے بے خبر ز لذت شرب مدامِ ما

دانیم صرفہ نہ بود روز باز خواست
نانِ حلالِ شیخ ز آبِ حرامِ ما

حافظ: دیوان حافظ بہ کوشش محمد قزوینی وقاسم غنی، ص۹

۲۸۔ ایضاً، ص۹

۲۹۔ سودا: کلیات سودا (مرتبہ) محمد شمس الدین صدیقی، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اول ۱۹۸۷ء، ج۳، ص۲۰۶

۳۰۔ حافظ: دیوان حافظ بہ کوشش محمد قزوینی وقاسم غنی، ص۲۸۳

۳۱۔ سودا: کلیات سودا (مرتبہ) محمد شمس الدین صدیقی، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اول ۱۹۸۷ء، ج۴، ص۳

۳۲۔ بیدل: کلیات بیدل بہ کوشش حسین آہی، ص۱۱۹۶

۳۳۔ سودا: کلیات سودا (مرتبہ) محمد شمس الدین صدیقی، ج۴، ص۷

۳۴۔ کلیم: کلیات کلیم کاشانی بہ کوشش، ح پرتو بیضائی، ایران: کتاب فروشی خیام، چاپ خانہ رشدیہ ۱۳۳۶ھ۔ش، ص۲۵۵

۳۵۔ سودا: کلیات سودا (مرتبہ) محمد شمس الدین صدیقی، ج۴، ص۱۲

۳۶۔ درد: دیوان درد (مرتبہ) خلیل الرحمٰن داؤدی، ص۱۵۰ ـــــ نوٹ: تضمین شدہ شعر مل نہ سکا۔

۳۷۔ میر: کلیات میر (مرتبہ) کلب علی خان فائق، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اول ۱۹۸۲ء، ج۵، ص۴۰ اور ۴۲ ـــــ تضمین شدہ اشعار نہ مل سکے۔

۳۸۔ حافظ: دیوان حافظ بہ کوشش محمد قزوینی وقاسم غنی، ص۲

۳۹۔ آصفی ہروی: دیوان آصفی ہروی، بہ کوشش ہادی ارفع، کرمانشاہ: چاپ خانہ بانک بازرگانی ۱۳۴۲ھ۔ش، ص۱

۴۰۔ قائم: کلیات قائم (مرتبہ) اقتدا حسن، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اول ۱۹۶۵ء، ج۲، ص۵۰

۴۱۔ عراقی: کلیات عراقی، بہ کوشش سعید نفیسی، تہران: انتشارات کتاب خانہ سنائی، چاپ احمدی، طبع ہفتم ۱۳۷۲، ص۲۹۶

۴۲۔ قائم: کلیات قائم (مرتبہ) اقتدا حسن، ج۲، ص۵۵۔۵۶

۴۳۔ سودا: کلیات سودا (مرتبہ) محمد شمس الدین صدیقی، ج۱، ص۳۷۹

۴۴۔ قائم: کلیات قائم (مرتبہ) اقتدا حسن، ج۲، ص۵۵

۴۵۔ میر: کلیات میر (مرتبہ) کلب علی خاں فائق، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع دوم ۱۹۸۶ء، ج۱، ص۳۴۱

۴۶۔ قائم: کلیات قائم (مرتبہ) اقتدا حسن، ج ۲، ص ۵۴

۴۷۔ میر حسن: مثنویات حسن (مرتبہ) وحید قریشی، لاہور: لاہور اکیڈمی ۱۹۶۶ء، ج ۱، ص ۶۸

۴۸۔ مولانا روم: مثنوی معنوی بہ کوشش رینولڈ الین نیکلسون، تہران: مطبع بریل درلیندن از بلاد ہلاند، طبع اول ۱۹۳۵ء، دفتر ا، ج ا، ص ۱۰، س ۱۷

۴۹۔ میر حسن: مثنویات حسن (مرتبہ) وحید قریشی، ج ا، ص ۶۸

۵۰۔ مولانا روم: مثنوی معنوی بہ کوشش رینولڈ الین نیکلسون، طبع اول ۱۹۳۵ء دفتر اول، ج ا، ص ۶۴، س ۹

۵۱۔ میر حسن: مثنویات حسن (مرتبہ) وحید قریشی، ج ا، ص ۹۴

۵۲۔ مولانا روم: مثنوی معنوی بہ کوشش رینولڈ الین نیکلسون، طبع اول ۱۹۳۵ء دفتر ا، ج ا، ص ۱۸، س ۸

۵۳۔ ایضاً، دفتر ا، ج ا، ص ۱۱، س ا

۵۴۔ میر حسن: مثنویات حسن (مرتبہ) ڈاکٹر وحید قریشی، ج ا، ص ۹۳۔ اصل لفظ 'برنتابد' ہی ہونا چاہیے۔ غالباً یہ کتابت کی غلطی ہے۔

۵۵۔ ایضاً، ص ۲۳۳

۵۶۔ سعدی: بوستان سعدی (سعدی نامہ) بہ کوشش غلام حسین یوسفی، طبع چہارم ۱۳۶۸، ھ۔ش۔ ص: ۳۶

۵۷۔ آصفی ہروی: دیوان آصفی ہروی بہ کوشش ہادی ارفع، ص ۳

۵۸۔ مصحفی: کلیات مصحفی (مرتبہ) نور الحسن نقوی، دیوان اول، لاہور: ترقی ادب ۱۹۶۸ء، ص ۵۹۵

۵۹۔ سودا: کلیات سودا (مرتبہ) محمد شمس الدین صدیقی، ج ا، ص ۳۵۶

۶۰۔ مصحفی: کلیات مصحفی (مرتبہ) نور الحسن نقوی، دیوان چہارم، لاہور: مجلس ترقی ادب ۱۹۷۴ء، ص ۴۸۴

۶۱۔ خاقانی شروانی: دیوان خاقانی شروانی بہ کوشش ضیاء الدین بخاری، تہران: انتشاراتِ کتابفروشی خیام، س۔ن، ص ۱۷۴

۶۲۔ مصحفی: کلیات مصحفی (مرتبہ) نور الحسن نقوی، دیوان چہارم، ص ۵۰۳

۶۳۔ جرأت: کلیات جرأت (مرتبہ) اقتدا حسن، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اول ۱۹۶۸ء، ج ا، ص ۳۸۳

۶۴۔ میر: کلیات میر (مرتبہ) کلب علی خاں فائق، جلد اول، دیوان اول، طبع دوم، ۱۹۸۶ء، ص ۱۳۰

۶۵۔ جرأت: کلیات جرأت (مرتبہ) اقتدا حسن، ج ا، ص ۲۸۵

۶۶۔ سودا: کلیات سودا (مرتبہ) محمد شمس الدین صدیقی، ج ا، ص ۱۵۷

۶۷۔ جرأت: کلیات جرأت (مرتبہ) اقتدا حسن، ج ا، ص ۵۵۲

۶۸۔ انشاء: کلیات انشاء (مرتبہ) خلیل الرحمٰن داؤدی، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اول ۱۹۶۹ء، ج ا، ص ۳۴۱

۶۹۔ ناظر حسن زیدی ''تضمین کے روپ'' (مضمون) مشمولہ رسالہ صحیفہ، ص ۱۲

۷۰۔ آتش: کلیات آتش (مرتبہ) مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اول ۱۹۷۳ء، ج ا، ص ۲۴۵

۷۱۔ آتش: کلیات آتش (مرتبہ) مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی، ج ا، ص ۱۰۲

۷۲۔ سودا: کلیات سودا، (مرتبہ) محمد شمس الدین صدیقی، ج۱،ص۹۱

۷۳۔ ایضاً،ص۲۶۵

۷۴۔ آتش: کلیات آتش (مرتبہ) مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوئ، ج۱،ص۵۵۶

۷۵۔ درد: دیوان درد (مرتبہ) خلیل الرحمٰن داؤدی، ص۱۶۶

۷۶۔ ناسخ: کلیات ناسخ (مرتبہ) یونس جاوید، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۹ء، ج۲ حصہ اول، ص۲۵

۷۷۔ ایضاً،ص۸۵

۷۸۔ سودا: کلیات سودا (مرتبہ) محمد شمس الدین صدیقی، ج۱،ص۳۶

۷۹۔ ایضاً،ص۴۱

۸۰۔ ناسخ: کلیات ناسخ (مرتبہ) یونس جاوید، ج۱،ص۳۲۲

۸۱۔ درد: دیوان درد (مرتبہ) خلیل الرحمٰن داؤدی، ص۱۹۴

۸۲۔ ناسخ: کلیات ناسخ (مرتبہ) یونس جاوید، ج۱،ص۱۵۴

۸۳۔ ناسخ: کلیات ناسخ (مرتبہ) یونس جاوید، ج۲، حصہ دوم، ص۱۶۹

۸۴۔ صائب: کلیات صائب بہ کوشش امیری فیروزکوھی، ص۶۳۹

۸۵۔ حافظ: دیوان حافظ بہ کوشش محمد قزوینی وقاسم غنی، ص۱۷۲

۸۶۔ امانت لکھنوی: اندر سبھا (مرتبہ) ملک حسن اختر، ص۱۰۹

۸۷۔ امانت لکھنوی: دیوان امانت معروف بہ خزائن الفصاحت (مرتبہ) سید حسن، لکھنؤ (گولہ گنج): مطبع انوری پریس ۱۳۰۴ھ، ص۵۴

۸۸۔ آتش: کلیات آتش (مرتبہ) مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی، ج۲،ص۲۳۴

۸۹۔ ناسخ: کلیات ناسخ (مرتبہ) یونس جاوید، ج۱،ص۲۳۱

۹۰۔ امانت لکھنوی: دیوان امانت لکھنوی (مرتبہ) سید حسن، ص۱۴۸

۹۱۔ امانت لکھنوی: دیوان امانت (مرتبہ) سید حسن، ص۱۴۸

۹۲۔ مجید یزدانی: ''ریختی'' (مضمون) مشمولہ تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ھند، لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ج۷،ص۳۳۵

۹۳۔ سراج: کلیات سراج، نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۲ء، ص۶۶۷

۹۴۔ نظیر: کلیات نظیر (مرتبہ) عبدالباری آسی، لکھنؤ: نولکشور پریس ۱۹۵۱ء، ص۱۹۸

۹۵۔ امیر خسرو: کلیات غزلیات خسرو بہ کوشش اقبال صلاح الدین، لاہور: پیکجز لمیٹڈ طبع اول ۱۹۷۳ء، ج۴،ص۲۳۹

۹۶۔ نظیر: کلیات نظیر اکبر آبادی، ص۱۹۱

۹۷۔ حافظ: دیوان حافظ شیرازی بہ کوشش محمد قزینی وقاسم غنی، ص۷

۹۸۔ نظیر: کلیات نظیر (مرتبہ) عبدالباری آسی،ص ۱۹۳
۹۹۔ سعدی: گلستان سعدی بہ کوشش غلام حسین یوسفی، تہران: انتشارات خوارزمی چاپ خانہ سحاب، طبع سوم ۱۳۷۳ھ۔ش، ص ۹۰
۱۰۰۔ نظیر: کلیات نظیر (مرتبہ) عبدالباری آسی، ص ۲۸۷
۱۰۱۔ شاہ نصیر: کلیات شاہ نصیر (مرتبہ) تنویر احمد علوی، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اول ۱۹۸۶ء، ج ۳، ص ۳۵
۱۰۲۔ انشاء: کلیات انشاء (مرتبہ) خلیل الرحمٰن داؤدی، ج ۱، ص ۳۷۲
۱۰۳۔ شاہ نصیر: کلیات شاہ نصیر (مرتبہ) تنویر احمد علوی، ج ۳، ص ۳۴۱
۱۰۴۔ میر: کلیات میر (مرتبہ) کلب علی خان فائق، دیوان اول، ج ۱، ص ۳۲۱
۱۰۵۔ صائب: کلیات صائب تبریزی بہ کوشش امیری فیروز کوھی، ص ۸۷۷
۱۰۶۔ شاہ نصیر: کلیات شاہ نصیر (مرتبہ) تنویر احمد علوی، ج ۳، ص ۴۳
۱۰۷۔ ظفر: کلیات ظفر، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز ۱۹۹۴ء، حصہ اول، ص ۲۳
۱۰۸۔ ایضاً، ص ۴۴۳
۱۰۹۔ ذوق: کلیات ذوق (مرتبہ) تنویر احمد علوی، لاہور: مجلس ترقی ادب ۱۹۶۷ء، ج ۱، ص ۳۴۳
۱۱۰۔ ظفر: کلیات ظفر، ص ۷۲۵
۱۱۱۔ غالب: دیوان غالب (مرتبہ) حامد علی خان، لاہور: پنجاب یونیورسٹی ۱۹۶۹ء، ص ۷۵
۱۱۲۔ ایضاً، ص ۱۰۳
۱۱۳۔ ناسخ: کلیات ناسخ (مرتبہ) یونس جاوید، ج ۱، ص ۲۱۷
۱۱۴۔ ظفر: کلیات ظفر، حصہ چہارم، ص ۴۱۲
۱۱۵۔ حافظ: دیوان حافظ بہ کوشش محمد قزوینی و قاسم غنی، ص ۸۴
۱۱۶۔ مومن: کلیات مومن (مرتبہ) کلب علی خان فائق، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اول ۱۹۶۴ء، ج ۱، ص ۳۱۱
۱۱۷۔ حافظ: دیوان حافظ بہ کوشش محمد قزوینی و قاسم غنی، ص ۱۳۲
۱۱۸۔ مومن: کلیات مومن، (مرتبہ) کلب علی خاں فائق، ج ۱، ص ۳۱۳
۱۱۹۔ حافظ: دیوان حافظ، بہ کوشش محمد قزوینی و قاسم غنی، ص ۱۰۹
۱۲۰۔ مومن: کلیات مومن (مرتبہ) کلب علی خان فائق، ج ۱، ص ۳۱۶
۱۲۱۔ حافظ: دیوان حافظ، بہ کوشش محمد قزوینی و قاسم غنی، ص ۵۳
۱۲۲۔ مومن: کلیات مومن (مرتبہ) کلب علی خان فائق، ج ۱، ص ۳۱۸
۱۲۳۔ نظیری: دیوان نظیری نیشا پوری بہ کوشش مظاہر مصفا، تہران: کتاب خانہ ھای امیر و کبیر و زوار ۱۳۴۰ھ، ص ۵۴

۱۲۴۔ کلیم کاشانی: کلیات کلیم کاشانی بہ کوشش، ح۔ پرتو بیضائی، ایران: کتاب فروشی خیام، چاپ خانہ رشدیہ ۱۳۳۶ھ۔ش، ص ۲۹۴

۱۲۵۔ مومن: کلیات مومن (مرتبہ) کلب علی خان فائق، ج ا، ص ۳۲۲

۱۲۶۔ ایضاً، ص ۳۲۳

۱۲۷۔ مومن: کلیات مومن (مرتبہ) کلب علی خان فائق، ج ا، ص ۹۶

۱۲۸۔ شیفتہ: کلیات شیفتہ (مرتبہ) کلب علی خان فائق، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اول ۱۹۶۵ء، ص ۱۷۳

۱۲۹۔ امیر مینائی: مراۃ الغیب، لکھنؤ: مکتبہ کلیاں س ن، دیوانِ اول، ص ۵۴

۱۳۰۔ ناظم: کلیات ناظم (مرتبہ) زکیہ جیلانی، ص ۱۹۹

۱۳۱۔ سعدی: کلیاتِ غزلیات سعدی بہ کوشش خلیل خطیب رہبر، تہران: چاپ خانۂ آفتاب، طبع ہشتم ۱۳۷۳ھ۔ش، ج ۲، ص ۹۲۰

۱۳۲۔ داغ دہلوی: مہتاب داغ (مرتبہ) کلب علی خان فائق، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اول ۱۹۶۲ء، ص ۴۵۰

۱۳۳۔ غالب: غزلیات فارسی، بہ کوشش وزیر الحسن عابدی، لاہور: پنجاب یونیورسٹی ۱۹۶۹ء، ص ۶۸

۱۳۴۔ حالی: کلیات نظم حالی (مرتبہ) افتخار احمد صدیقی، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اول ۱۹۷۰ء، ج ۲، ص ۳۷۳

۱۳۵۔ اکبر: کلیات اکبر، کراچی: بزم اکبر، ج ا، ص ۱۸۶

۱۳۶۔ آتش: کلیات آتش (مرتبہ) مرتضٰی حسین فاضل لکھنوی، ج ا، ص ۱۱۳

۱۳۷۔ اکبر: کلیات اکبر، ج ا، ص ۳۴

۱۳۸۔ رند: دیوان رند بہ کوشش کیسری داس سپرنٹنڈنٹ، طبع سوم ۱۹۳۰، ج ا، ص ۱۰۰

۱۳۹۔ نظیری: دیوان نظیری نیشا پوری بہ کوشش مظاہر مصفا، ص ۳۱۷

۱۴۰۔ اکبر: کلیات اکبر، ج ا، ص ۲۹۱

۱۴۱۔ سعدی: گلستان سعدی بہ کوشش غلام حسین یوسفی، ص ۹۲

۱۴۲۔ کلیات اکبر، ج ۲، ۳، ص ۱۲۳

۱۴۳۔ بوستان سعدی بہ کوشش غلام حسین یوسفی، طبع چہارم، ۱۳۶۸ش، ص ۳۵

۱۴۴۔ بوستانِ سعدی، ص ۱۰۱

۱۴۵۔ اکبر: کلیات اکبر، ج ۲، ۳، ص ۳۷۲، ۳۷۳

۱۴۶۔ حافظ: دیوان حافظ بہ کوشش محمد قزوینی وقاسم غنی، ص ۲

۱۴۷۔ اکبر: کلیات اکبر، ج ا، ص ۲۷۵

۱۴۸۔ ایضاً، ص ۱۳۰

۱۴۹۔ حافظ: دیوان حافظ بہ کوشش محمد قزوینی وقاسم غنی، ص ۱۲۴

۱۵۰۔ ایضاً، ص ۱۹۱

۱۵۱۔ اکبر: کلیات اکبر، ج ۱، ص ۲۹۳۔۲۹۴

Abstract

Tazmeen (creating a verse or verses adapting a line from another poem) was common in Urdu poetry since very beginning. Many poets of early age used poetic verses of their predecessors and associates freely to elaborate their own expressions. This art is unique by such way that one uses the poetic verse of his forerunner and fellows with a new concept so not only he blends the sentiments and mood of two eras but also re-flourishes that poetic verse with new thoughts.

Tazmeen is the replica of burning beacons by one to other in Urdu poetry. It remained a sound tradition in Persian and Urdu to use Tazmeen as an effective means to communicate desires and wishes. In this genre poets presented often very sophisticated poetry. In Persia there have been very fabulous examples in the poetry of Sadi, Jami, Saib, Ubaid Zakani, Hafiz, Khaqani , Anweri, Masud Saad Salman and Farkhi. Similarly influencing Urdu poetry we find the art of Tazmeen in early epoch, which developed by the time. Every prominent and common poet had skill to create Tazmeen .

In this article the author has made a good effort to search the tradition of Tazmeen in the traditions of poets spanned over early period to the Nineteenth Century.